مدیر
حافظ زبیر علی زئی

نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

(2)

جولائی 2004ء جمادی الأولیٰ ١٤٢٥ھ

مکتبة الحدیث

حضرو، اٹک : پاکستان

حافظ ندیم ظہیر

احسن الحدیث

سود کی حرمت

﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی شخص کو چھو کر اسے مخبوط الحواس بنادیا ہو۔ اس کی وجہ ان کا یہ قول (نظریہ) ہے کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام اب جس شخص کو اس کے پروردگار سے یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ سود سے رک گیا تو پہلے جو سود وہ کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے سپرد، مگر جو پھر بھی سود کھائے تو یہی لوگ اہل دوزخ ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرہ:۲۷۵، تیسیر القرآن)

فقہ القرآن

(۱) اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، خواہ اس (سود) کے نئے نئے نام تجویز کر لئے جائیں۔

(۲) سود کبیرہ گناہ ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کی دستاویز لکھنے والے، اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت بھیجی ہے، اور فرمایا یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر کے شریک ہیں۔ (صحیح مسلم:۱۵۹۸/۱۰۶، دارالسلام:۴۰۹۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سود کے تہتر (۷۳) دروازے (قسمیں) ہیں اور شرک بھی اسی طرح ہے۔ (السنة للمروزی ؒ وسندہ صحیح)

(۳) جو مسلمان سود کھا چکا ہے، اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو بخش دے چاہے تو سزا دے۔

(۴) جب حرمت سود سے آگاہی ہو، تو فوراً توبہ کرے کیونکہ توبہ گناہ مٹادیتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' ویتوب اللہ علی من تاب '' اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (بخاری:۶۴۳۶، مسلم:۱۰۴۹)

مزید ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا (رات کو) توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو برائی کرنے والا (دن کو) توبہ کرلے (مسلم:۲۷۵۹) ہر بندے کو اللہ تعالیٰ کی اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(۵) جو شخص جان بوجھ کر سود کو حلال سمجھے اس کے لئے شدید عذاب کی وعید ہے، یاد رہے اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ (شرک کے علاوہ) کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ مذکورہ آیت میں ''هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو سود کھانا حلال سمجھتے ہیں دیکھئے تفسیر بغوی (۲۶۲/۱) یہودیوں کا یہ کہنا کہ ''تجارت سود کی طرح ہی ہے'' بھی اسی کا قرینہ ہے، کہ وہ سود کو حلال سمجھتے تھے۔

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

حدیث جبریل اسلام، ایمان، قیامت

" عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، قال :بينا نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم إذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب ، شديدسواد الشعر ، لا يرى عليه أثر السفر ، ولا يعرفه منا أحد ، حتى جلس إلى النبي ﷺ فأسند ركبتيه إلى ركبتيه ، ووضع كفيه على فخذيه ، وقال :يا محمد !أخبرني عن الإسلام ، قال :الإسلام ، أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، وتقيم الصلوة ، وتؤتي الزكاة ، وتصوم رمضان ، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلاً ، قال :صدقت ـ فعجبنا له يسأله ويصدقه ! قال :فأخبرني عن الإيمان ـ قال :أن تؤمن بالله ، وملائكته وكتبه ، ورسله واليوم الآخر ، وتؤمن بالقدر خيره وشره ، قال، صدقت ، قال :فأخبرني عن الإحسان ، قال :أن تعبد الله كانك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك ، قال :فأخبرني عن الساعة ـ قال :ما المسؤول عنها بأعلم من السائل، قال : فأخبرني عن أماراتها ، قال :أن تلد الأمة ربتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان ، قال :ثم انطلق ، فلبثت ملياً ، ثم قال لي :يا عمر أتدري من السائل ؟ قلت :الله ورسوله أعلم :قال :فإنه جبريل أتاكم يعلمكم دينكم ، رواه مسلم " (۸/۱،دارالسلام:۹۳)[مشکوۃ المصابیح:۲]

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس (بیٹھے) تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے سفید چٹے اور بال سیاہ کالے تھے، اس شخص پر سفر کا کوئی نشان نہیں تھا اور ہم میں کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا تھا، وہ شخص نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا کر اپنے دونوں ہاتھ آپ (ﷺ) کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا: اے محمد (ﷺ) آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے، نماز قائم کرے زکوۃ ادا کرے اور اگر استطاعت ہو تو (اللہ کے) گھر کا حج کرے۔ اس پر (نووارد) شخص نے کہا: آپ نے سچ کہا

ہمیں تعجب ہوا کہ (خود) سوال بھی کرتا ہے اور (خود ہی) تصدیق بھی کرتا ہے۔

اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتاؤ، آپ (ﷺ) نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں کتابوں، رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر خیر و شر (اسی کی طرف سے ہے) پر ایمان لے آئے، اس نے کہا: آپ (ﷺ) نے سچ کہا۔ مجھے احسان کے بارے میں بتائیں: آپ (ﷺ) نے فرمایا: (احسان یہ ہے) کہ تو اللہ کی

عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر چہ تو اسے نہیں دیکھتا مگر وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں، آپ (ﷺ) نے فرمایا: جس سے پوچھا جار ہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، اس نے کہا: مجھے اس کی نشانیاں بتا دیں، آپ (ﷺ) نے فرمایا: لونڈی اپنی مالکہ جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پیر، ننگے بدن، بھیڑ بکریوں کے غریب چرواہے کوٹھیوں میں تکبر کریں گے۔

عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: پھر وہ شخص چلا گیا تو میں تھوڑی دیر (چپ) ٹھہرا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پوچھا: اے عمر! تجھے پتہ ہے یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: بے شک یہ جبریل تھے، تمھیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

فقہ الحدیث

(۱) یہ ایک عظیم الشان حدیث ہے، جس کا ابتدائی حصہ صاحبِ مشکوۃ نے حذف کر دیا ہے، محذوفہ حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے برأت کا اعلان کیا جو تقدیر کے منکر تھے اور فرمایا: اگر ان (منکرینِ تقدیر) میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی (اللہ کی راہ) میں خرچ کر دے تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا۔ معلوم ہوا کہ (بدعتِ کبری کے) مبتدعین کے اعمال باطل ہوتے ہیں۔

(۲) ایمان قول و عمل کا نام ہے، نماز، رمضان کے روزے اور حج: چاروں اعمال ایمان اور ارکان ایمان میں سے ہیں۔

(۴) قیامت آنے کی صحیح تاریخ اور وقت صرف اللہ تعالی کو ہی معلوم ہے، اللہ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے انبیاء کرام علیہم السلام نے غیب کی جو خبریں بیان فرمائیں وہ سب وحی الٰہی سے نازل ہوئی تھیں۔ صحابہ کرام بھی غیب نہیں جانتے تھے ورنہ جبریل علیہ السلام کو پہلے ہی پہچان لیتے۔

(۵) فرشتے انسانی شکل میں تمثل کر کے دنیا میں آتے رہے ہیں، اگر چہ ان کی اصل شکل وصورت اس کے علاوہ ہے فرشتوں کے پَر بھی ہوتے ہیں۔

(۶) یہ حدیث بہت زیادہ فوائد پر مشتمل ہے، سعودی عرب کے کبار علماء میں سے شیخ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ نے اس حدیثِ مبارکہ کی شرح میں (۹۷ صفحات کی) ایک زبردست مفید کتاب " **شرح حديث جبريل في تعليم الدين** " لکھی ہے جس میں انہوں نے بہت سے فوائد جمع کر لیے ہیں، جزاہ اللہ خیراً۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اس لائق ہے کہ اسے اُم السنۃ (سنت کی ماں) کہا جائے، کیونکہ اس میں (آپ ﷺ کی) سنت کے (بہت سے) جملوں کا علم ہے۔'' (فتح الباری ۱/۱۲۵)

(۷) نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ ہر مکلّف مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں، ہر سال رمضان کے روزے ہر سال میں ایک دفعہ زکوۃ اور عمر بھر میں صرف ایک دفعہ حج فرض ہے۔

اداریہ

کلمة الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

اظہار تشکر:

اللہ رب العزت کا بے حد وحساب شکر ہے کہ جس نے اپنی خاص رحمت سے قرآن وسنت کے پھولوں اور کلیوں کی دل آویز خوشبو ومہک لئے ماہنامہ ''الحدیث:ا'' وقارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا موقع عطا فرمایا اور ساتھ ہی اسے لوگوں میں مقبولِ عام کروایا۔ مقبولیت کا یہ عالم کہ دیکھتے ہی دیکھتے ''شمارہ جون ۲۰۰۴ء'' کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، اور ساتھیوں کے اصرار پر پہلے ہی ہفتہ میں دوسرا ایڈیشن شائع کرانا پڑا، والحمدللہ۔

ہماری پوری کوشش رہی کہ مختصر ترین وقت میں ان اوراقِ قلیلہ پر بہترین اور زیادہ سے زیادہ معلومات قارئین تک پہنچائی جائیں، اس سلسلہ میں حافظ ندیم ظہیر صاحب کی انتھک محنت، ڈاکٹر خالد محمود بھٹی صاحب کے مفید مشورے اور آصف نذیر سلفی صاحب کی اعلیٰ کمپوزنگ اینڈ ڈیزائنگ نے رسالے کو چار چاند لگا دیئے۔ حافظ شیر محمد صاحب، ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب اور مکتبہ اسلامیہ کے مالک مولانا سرور عاصم صاحب نے بھی اشاعت میں کماحقہ تعاون کیا۔

میں ان تمام ساتھیوں اور جماعت اہل حدیث حضرو کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اخلاقی، جانی اور مالی لحاظ سے اس عظیم الشان منصوبے کو جاری کرنے میں تعاون کیا۔ جزاہم اللہ خیراً

ہر شمارے میں کتاب وسنت کی بالا دستی اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع ہمارا نصب العین ہے۔ آپ کے مشوروں، خطوط اور مضامین کی روشنی میں یہ عظیم سفر جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

آخر میں ''الحدیث'' کے ایک قاری کے مشورے اور جذبات پیش خدمت ہیں۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا بھیجا ہوا رسالہ ماہنامہ ''الحدیث'' ملا رسالہ ملنے کے بعد اس کو پڑھا بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے اپنے دین کی خدمت لے رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور آپکی اور اس رسالے سے استفادہ حاصل کرنے والے افراد اور آپکے معاونین کی مغفرت کا سبب بنائے (آمین)

اللہ ہم سب کو قرآن وسنت کی واضح شاہراہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حافظ صاحب ایک مشورہ رسالے کے حوالے سے یہ ہے کہ اپنے رسالے میں آپ جتنی بھی روایات لائیں یا کوئی دوسرا آدمی جو کوئی مضمون لکھتا ہے تو گزارش ہے کہ وہ صحیح روایات ہی کو لے کر آئے، ضعیف احادیث سے اجتناب کیا جائے۔ جیسے دوسرے رسالے مثلاً شہادت، مجلۃ الدعوۃ وغیرہ میں پہلے ایک مضمون ضعیف احادیث پر مبنی شائع ہوتا ہے پھر محققین علماء اس کی تردید کرتے ہیں کہ سابقہ مضمون میں یہ روایات ضعیف شائع ہوئی ہیں یا جیسے بعض علماء کی تحقیق کم ہوتی ہے تو اپنے مضمون میں بہت ساری ضعیف احادیث کو لے آتے ہیں۔ تو گزارش ہے کہ تحقیق شدہ روایات ہی تحریر کی جائیں (اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے)

مشورہ نمبر:۲۔ جیسے پہلے رسالے کے شروع میں سورہ فاتحہ لکھی گئی ہے پھر احادیث سے اس کی تشریح کی گئی ہے اس سلسلے کو جاری رکھا جائے اور قرآن کا ترجمہ اور تفسیر سلسلہ وار رسالہ کے شروع میں دیا جائے قرآنی آیات کی تفسیر صحیح احادیث میں بیان کی جائے کیونکہ قرآن کی تفسیر کے حوالے سے کافی ضعیف روایات بیان کی جاتی ہیں، آپ رسالے کے ہر مضمون کی روایات کی خود تحقیق کیا کریں، جزاکم اللہ

خرم ارشاد محمدی

مین بازار دولت نگر تحصیل وضلع گجرات ''

اندھیرے اور مشعل راہ (☆)

حافظ زبیر علی زئی

اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ، دنیا کی یہ (عارضی) زندگی ختم ہونے والی ہے، اور اللہ رب العزت کے دربار میں پیشی ہے، پھر ایک فریق جنت میں اور دوسرا جہنم میں جائے گا۔ جنہوں نے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اقرار، تصدیق بالقلب، اور عمل بالجوارح (اعضاء، ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ) کیا تو ان کے لئے ذو فضل کبیر اور ذو رحمۃ واسعۃ خالق کائنات نے وہ اعلیٰ وارفع جنت پیدا کر رکھی ہے، جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی دل میں اس کا تصور ہی آیا، اس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور دوسرا فریق جو کہ حزب الشیطان کے نام سے موسوم ہے ایسی جہنم میں پھینکا جائے گا جس کی ہولناکی، ہیبت ناکی، اور شدید عذاب کا تصور بھی لرزہ خیز ہے، اس جہنم میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا فریق اول کی زندگی کا آئین دستور، قانون، نظام حیات، غرض سب کچھ صرف اور صرف قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول ﷺ ہے۔ (١)

جو بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو اس کا انکار صریح گمراہی اور زندقہ ہے، اہل السنۃ (اہل الحدیث) کے متفق علیہ امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

"من رد حديث رسول الله (ﷺ) فهو على شفا هلكة" (مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ١٨٢ وسندہ حسن)

جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کردی وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حیاتِ مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اس کا انکار صریح گمراہی، زندقہ اور کفر ہے۔ اب ان چند اصولوں کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے جن کا تعلق ''القول الصحيح فيما تواتر في نزول المسيح'' کے ساتھ بھی ہے اور ہر مسلم کی عام زندگی کے ساتھ بھی، اللہ تبارک وتعالیٰ حق بیان کرنے، لکھنے، پڑھنے، سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(☆) یہ مضمون راقم الحروف کی کتاب ''القول الصحيح فيما تواتر في نزول المسيح'' کا مقدمہ ہے۔

(١) اس کا یہ مطلب نہیں کہ اجماع: حجت اور اجتہاد جائز نہیں، جب ان کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے تو قرآن وحدیث کے ماننے میں اجماع واجتہاد کا ماننا خود بخود آ گیا۔ نیز دیکھئے حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ (متوفی ١٣٣٧ھ) کی کتاب ''ابراء اہل الحدیث والقرآن'' ص ٣٢

چند اہم اصول

(۱) قرآن اور حدیثِ صحیح دونوں حجت ہیں: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ (الاعراف آیت:۳)
تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو۔
وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور تمہیں رسول جو (حکم وامرہ) دے اسے لے لو اور (الحشر آیت:۷) جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔
قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، دونوں ایک دوسرے کی تفسیر، تشریح، تبیین، تخصیص اور تقیید وغیرہ کرتے ہیں لہذا بیک وقت دونوں پر عمل کرنا ہر مسلم کا فرض ہے۔

(۲) لغت میں اجماع: اتفاق کو کہتے ہیں دیکھئے القاموس المحیط (ص ۹۱۷) یعنی: امتِ مسلمہ کے تمام افراد کا کسی بات پر صراحۃ یا بالسکوت اتفاق کر لینا جب کہ ایک بھی ثقہ شخص کا مخالف ہونا معلوم نہ ہوا جماع کہلاتا ہے، اور اجماع شرعی حجت ہے۔
وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱۵)
جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے باوجود کہ اس پر ہدایت واضح ہو جائے اور مومنین کے راستہ کو چھوڑ کر دوسروں کے راستے پر چلے ہم اسے اسی طرف پھیرتے ہیں جدھر وہ پھرتا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (اس کے لئے) برا ٹھکانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
لا يجمع الله أمتي على ضلالة أبداً ويد الله على الجماعة (المستدرک للحاکم ج۱ص۱۱۶ وسندہ صحیح)
اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت (اجماع) پر ہے۔
اس کی سند صحیح ہے، اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی مختصراً روایت کیا ہے۔
(نسخہ پاکستانیہ ج۱ص۳۹ کتاب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ، نسخہ بیروتیہ ح ۲۱۶۶) اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی ہیں (دیکھئے الدر المنثور ج۲ص۲۲۲)

(۳) جس حدیث کو لفظاً یا معناً اتنے لوگ (مثلاً دس ثقہ وصدوق راوی) بیان کریں جن کا کذب یا خطاء پر جمع ہونا عقلاً محال ہو اسے متواتر کہا جاتا ہے۔ **نخبة الفكر** کی شرح میں ہے کہ:
"**والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحث**" (ص۱۲ طبع بیروت)
اور متواتر کے راویوں کے بارے میں تحقیق نہیں کی جاتی بلکہ اس پر راویوں کی جانچ پڑتال کے بغیر (بھی) عمل واجب ہے۔
متواتر احادیث پر بہت سی کتابیں ہیں مثلاً جلال الدین السیوطی کی "**الأزهار المتناثرة في الأخبار المتواترة**"

وغیرہ، ائمہ محدثین وفقہاء وغیرہم کی تصریحات سے بھی احادیث کا متواتر یا غیر متواتر ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ نزول مسیح کی احادیث کو متعدد ائمہ نے متواتر کہا ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے) متواتر اور خبرِ واحد دونوں حجت ہیں۔

(۴) صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تمام مسند، متصل، مرفوع احادیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے، بلکہ متعدد مستند علماء نے صحیحین کی صحت، تلقی بالقبول یا قطعیت پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے، مثلاً

ا: ابواسحاق الاسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) ۲: ابن القیسرانی (متوفی ۵۰۷ھ)

۳: ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) ۴: ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)

۵: ابن کثیر (۷۷۴ھ) رحمہم اللہ

تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ثناء اللہ زاہدی صاحب کی کتاب '' **أحاديث الصحيحين بين الظن و اليقين** ''

شاہ ولی اللہ الدہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

'' **أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وأنهما متواتران إلى مصنفيهما وأنه كل من يهون أمرهما مبتدع ، متبع غير سبيل المؤمنين** ''

(حجۃ اللہ البالغۃ عربی ص۱۳۴ ج۱)

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ اردو ص۲۴۲، مترجم: عبدالحق حقانی)

(۵) امام بخاری کے شاگرد رشید امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''**ووضعه في كتابه الجامع**'' (سنن الترمذي: ج۱ ص۱۱ باب في الاستنجاء بالحجرین ابواب الطھارۃ ح۱۷)

یعنی اس حدیث کو انہوں (امام بخاری) نے اپنی الجامع (الصحیح) میں درج کیا ہے۔

امام نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) جو کہ امام بخاری کے شاگردوں کے شاگرد ہیں (تہذیب ج۹ ص ۴۷، ۴۸) بلکہ ایک روایت میں شاگرد ہیں (سنن النسائی: ج۱ ص ۲۹۸ کتاب الصیام باب الفضل والجود فی شھر رمضان، نسخہ بیروتیہ ج۴ ص۱۲۵، ۱۲۶ ح۲۰۹۶، التعلیقات السّلفیہ: ج۱ ص۲۴۱) فرماتے ہیں:

'' **و مع هذا فما في هذه الكتب كلها أجود من كتابِ محمد بن إسماعيل البخاري** '' اور اس کے باوجود ان کتابوں میں امام بخاری کی کتاب سے زیادہ بہترین کوئی کتاب نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد: ج۲ ص۹ وسندہ صحیح)

امام دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی بعض روایات سے اختلاف کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی ہے ''**الإلزامات والتتبع**'' معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اس جلیل القدر امام کے دور میں صحیح بخاری وصحیح مسلم مشہور و

معروف ہو چکی تھیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں اور اس مختصر مضمون میں اسی پر کفایت ہے۔غرض ان دونوں کتابوں کی تدوین ان کے مصنفین کی زندگی میں مکمل ہو چکی تھی ۔ اور شاہ ولی اللہ کی گواہی کے مطابق یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر ہیں لہذا ان کی تدوین اور عدمِ الحاق میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(٦)　کسی حدیث کا صحیحین میں موجود نہ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' **ليس كل شيء عندي صحيح وضعته هاهنا إنما وضعت هاهنا ما أجمعوا عليه** '' ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے اسے میں یہاں نہیں لے آیا ہوں بلکہ میں نے یہاں صرف وہی احادیث درج کی ہیں جن پر اجماع ہے۔　(صحیح مسلم: ج ا ص ۱۷۴ ح ۶۳/۴۰۴)

(۷)　جس طرح جوہر کے بارے میں جوہری، طب کے بارے میں طبیب، انجن کے بارے میں انجینئر وغیرہ کی بات تسلیم کی جاتی ہے اسی طرح حدیث کے بارے میں اہل الحدیث (محدثین) کی بات ہی حجت ہے، فن میں فن والے کی بات ہی مانی جاسکتی ہے دوسرے کی نہیں، لہذا جسے محدثین صحیح یا غیر صحیح کہہ دیں اس کے خلاف کتنے ہی غیر محدثین لکھیں یا کہیں، لیکن صرف محدثین کی بات ہی تسلیم کی جائے گی۔حافظ الشام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' **وإذا اجتمع أهل الحديث على تصحيح حديثٍ لم يكن إلا صدقاً** ''

جب محدثین کا کسی حدیث کی تصحیح پر اجماع ہو تو وہ یقیناً سچ ہی ہوتی ہے۔　(مجموع فتاوی: ج ا ص ۹، ۱۰)

ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ:

واتفاق أهل الحديث على شيء يكون حجة ۔ (کتاب المراسیل ص ۱۹۲ فقرہ: ۷۰۳)

اور اہل حدیث (محدثین) کا کسی چیز پر اتفاق کر لینا حجت ہوتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ سب سے پہلے محدثین (اہل الحدیث) ہیں، انہیں مخاطب کر کے خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا:

'' **هذا أثنيتم عليه خيراً فوجبت له الجنة وهذا أثنيتم عليه شراً فوجبت له النار أنتم شهداء الله في الأرض** ''

اس (میت) کی تم نے تعریف کی تو اس پر جنت واجب ہوگئی اور دوسرے کی تم نے برائی بیان کی اس پر آگ واجب ہو گئی تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

(صحيح البخاری : ج ا ص ۱۸۳ واللفظ له، كتاب الجنائز باب ثناء الناس على الميت ح ۱۳۶۷ صحيح مسلم: ج ا ص ۳۰۸ كتاب الجنائز باب في وجوب الجنة بشهادة المؤمنين بالخير والشر ح ۹۴۹)

(۸)　حدیث کے صحیح ہونے کے لئے صرف پانچ شرطیں ہیں:

۱: اتصال سند ۲: عدالت راوی ۳: ضبط راوی

۴: عدم شذوذ ۵: علتِ قادحہ کے ساتھ معلل نہ ہو

ان شروط والی حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ص۷، ۸)

(۹) راویوں کی عدالت اور ضبط کا علم محدثین کی گواہیوں سے ہوتا ہے، جس راوی کے ثقہ ہونے یا ضعیف ہونے پر اجماع ہو تو بسر وچشم قبول ہے، اور جس پر اختلاف ہو، اور تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو تو ہمیشہ جمہور ثقہ محدثین کی اکثریت کو ترجیح دی جاتی ہے، اور ایسے راوی کی روایت کو حسن لذاتہ کہا جاتا ہے جو کہ صحیح کی طرح حجت ہے۔

عبدالوہاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے (غالباً اپنے زمانے کے لوگوں کا) اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جب جارحین زیادہ ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

'' وهذا كما أن عدد الجارح إذا كان أكثر قدّم الجرح اجماعاً ''

اور یہ اس طرح ہے کہ اگر جارحین کی تعداد زیادہ ہو تو بالا جماع جرح مقدم ہوگی۔

(قاعدۃ فی الجرح والتعدیل: ص۵۰ طبع بیروت)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ''جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین [1] کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی اگرچہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے............'' (سیرت المصطفیٰ: ج۱ ص۷۹ طبع قدیم بحث ''واقدی '')

رسول اکرم ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر جمہور صحابہ کے مشورہ کو تسلیم کرتے ہوئے کفار کی طرف خروج کیا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج۱ ص۲۹ آل عمران آیت نمبر۱۵۹)

نیز دیکھئے راقم الحروف کی کتاب ''الكواكب الدرية فى وجوب الفاتحه خلف الامام فى الجهرية '' (ص۷، ۸)

(۱۰) روایت حدیث میں اصل بات راوی کی عدالت اور ضبط ہے، اس کا بدعتی مثلاً مرجئ شیعی، قدری وغیرہ ہونا چنداں مضر نہیں ہے، اور جس راوی کی عدالت ثابت ہو جائے اس کی روایت مقبول ہے اگرچہ اس کی بدعت کو اس سے بظاہر تقویت ہی پہنچتی ہو۔ ابراہیم بن یعقوب الجوز جانی المبتدع الثقہ کا یہ اصول کہ بدعتی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تقویت میں ہو تو ناقابل قبول ہے، صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل: ج۱ ص۴۲ تا ۵۲)

اس میں شک نہیں کہ جس کی بدعت مکفرہ ہو اس کی عدالت ہی ساقط ہے کیونکہ عدالت کے لئے اسلام شرطِ اولین ہے

(۱) رسول اللہ ﷺ نے حدیث کو فقہ کہا ہے (ترمذی: ح۲۶۵۶ وقال: " حدیث حسن " وابوداود: ۳۶۶۰) لہٰذا محدثین ہی دراصل فقہاء ہیں۔

مگر بدعت غیر مکفرہ کوخواہ مخواہ کفر وشرک قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے۔
امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو عام صحابہ رضی اللہ عنہم پر تقدیم دینا تشیع ہے اور جو انہیں امیر المؤمنین ابوبکر اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہما پر (خلافت میں) تقدیم دیتا ہے وہ رافضی ہے، دیکھئے (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۴۵۹) لہذا تفضیلی شیعہ کو رافضیوں اور اثنا عشریوں کے ساتھ ایک برابر قرار دینا انتہائی ظلم ہے۔
تفصیل کے لئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۵، ۶) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ابان بن تغلب کے ترجمہ میں کیا خوب لکھا ہے کہ:
'' **فلنا صدقه وعليه بدعته** '' ہم اس کی سچی روایات لے لیتے ہیں اور اس کی بدعت اس پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔
(میزان: ص ۵ ج ۱)
جناب سرفراز صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''اور اصولِ حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجئی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۰ طبع دوم)
یادرہے کہ بہت سے راویوں پر قدری، شیعی وغیرہ کا الزام ہوتا ہے جو کہ تحقیق سے باطل ثابت ہوتا ہے۔ امام مکحول الشامی پر ابن خراش وغیرہ نے قدری ہونے کا الزام لگایا ہے، حالانکہ امام اوزاعی فرماتے ہیں:
'' **فكشفنا عن ذلك فإذاهو باطل** '' پس ہم نے اس الزام کی تحقیق کی تو یہ باطل ثابت ہوا
(تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۲۹۱)
اگر ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل تھے تو اسے خواہ مخواہ رافضی اثنا عشری، جعفری، منکر قرآن وغیرہ بلکہ کافر قرار دینا کس عدالت کا فیصلہ ہے؟
عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی پر تشیع کا الزام ہے۔ (کتاب الثقات للعجلی: ۱۰۰۰، تقریب: ۴۰۶۴) حالانکہ آپ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۸/ ۱۳۱، ۱۳۲ وسندہ صحیح)
امام عبدالرزاق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **وبه نأخذ** (مصنف عبدالرزاق: ۵۵۳۴، دیکھئے سنن ابی داود: ۱۱۲۹) کیا پھر بھی انہیں رافضی ہی سمجھا جائے گا ؟

چند فقہی اصطلاحات کا تعارف

(۱) ہر خاص دلیل ہر عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے، بشرطیکہ (دونوں دلیلیں باسند صحیح یا حسن ثابت ہوں) مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ: **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ** تم پر مردار حرام ہے۔ (المائدہ آیت نمبر ۳)
جبکہ صحیح حدیث میں ہے کہ: **والحل ميتته** اور سمندر کا مردار حلال ہے
(موطا امام مالک: ۱/ ۲۲ باب الطهور للوضوء ح ۴۰، جامع الترمذی: ج ۱ ص ۲۱ باب ماجاء فی ماء البحر انہ طہور ح ۶۹)

امام ترمذی نے کہا: '' **هذا حديث حسن صحيح** '' اسے درج ذیل محدثین نے بھی بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے۔

۱: ابن خزیمہ ۲: ابن حبان ۳: بخاری
۴: ابن المنذر ۵: البغوی رحمہم اللہ (دیکھئے التلخیص الحبیر: ج۱ ص۹، ۱۰)

امام ابن الحاجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' **تخصيص العام جائز عند الأكثرين** ''
عام کی تخصیص کرنا اکثر (علماء) کے نزدیک جائز ہے۔ (منتھی الوصول والامل فی علمي الاصول والجدل: ص۱۱۹)

بلکہ امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:
'' **لا يعرف خلافاً بين القائلين بالعموم في جواز تخصيصه بالدليل** '' (المستصفی من علم الاصول: ج۲ ص۹۸)
ہمیں عموم کے دعویداروں کے درمیان اس بات پر اختلاف معلوم نہیں ہے کہ اس کی تخصیص دلیل کے ساتھ جائز ہے۔

علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ: '' **إن التخصيص للعمومات جائز** ......'' کہ عمومات کی تخصیص جائز ہے۔ (ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول: ص۱۴۳)

(۲) قرآن مجید اور احادیث کے عموم کی تخصیص قرآنِ مجید اور احادیث صحیحہ کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ بالکل صحیح اور حق ہے۔

علی بن محمد الآمدی (متوفی ۶۳۱ھ) لکھتے ہیں:
'' **يجوز تخصيص عموم القرآن بالسنة** ''
اور قرآن کے عموم کی تخصیص سنت کے ساتھ جائز ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام: ج۲ ص۳۴۷)

بلکہ مزید لکھتے ہیں:
'' **وأما إذا كانت السنة من أخبار الآحاد فمذهب الأئمة الأربعة جوازه** ''
اگر عموم قرآن کی تخصیص کرنے والی سنت خبر واحد ہو تو ائمہ اربعہ (مالک، ابوحنیفہ، شافعی، اور احمد رحمہم اللہ) کا مذہب (تحقیق) یہ ہے کہ جائز ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(۳) اگر کسی دلیل (مثلاً الف) میں کسی بات کا ذکر نہیں ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس بات کا وجود ہی نہیں ہے، بشرطیکہ دوسری دلیل (مثلاً ب) میں اس کا ذکر ہو، حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:
'' **ولا يلزم من عدم ذكر الشيء عدم وقوعه** ''
کسی چیز کے عدم ذکر سے اس کا واقع ہی نہ ہونا لازم نہیں ہے۔ (الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج۱ ص۲۲۵ باب الاستسقاء)

(۴) ثقہ راویوں کی گواہی (روایت) ماننا عین قرآن مجید پر عمل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
'' **مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ** '' وہ گواہ جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲)
قاتل کو سزائے موت، چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنا، شادی شدہ زانی کو سنگسار، اور غیر شادی شدہ کو کوڑے اور جلاوطنی

وغیرہ امور بھی گواہوں کی گواہی پر ہی معرضِ عمل میں آتے ہیں، لہذا ایسے لوگوں پر جو کہ ثقہ و عادل اشخاص کی گواہیوں (روایات) پر عمل کرتے ہیں ''روایت پرستی'' کا گھناؤنا الزام لگانا انتہائی غلط اور باطل ہے۔

(۵) ہر منطوق ہر مفہوم پر اور ہر مفصل وصریح وواضح ہر مبہم پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔

امام الائمہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" **والمفسر یقضی علی المبھم** " اور مفسر مبہم پر فیصلہ کن ہوتا ہے۔(صحیح البخاری: ج۱ص۲۰۱ح۱۴۸۳ کتاب الزکاۃ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء۔۔۔) نیز دیکھئے فتح الباری (ج۱۰ص۲۸۳ کتاب اللباس باب الثیاب البیض)

کذابین کا تذکرہ

ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو سخت جھوٹے، فریب کار، فراڈی، سرکش اور اللہ ورسول کے دشمن ہوتے ہیں، مثلاً محمد بن سعید المصلوب الشامی، وہب بن وہب القاضی، احمد بن الصلت الحمانی وغیرہم، چودھویں پندرھویں صدی میں بہت سے جھوٹے اور فراڈیے برسرِ عمل رہے ہیں، مثلاً غلام احمد قادیانی، پرویز، ابوالخیر اسدی، حبیب الرحمٰن کاندھلوی، کوثری، ڈاکٹر مسعود عثمانی وغیرہم۔

انہیں کذابین ومحرفین میں ایک نام ''تمنا عمادی'' کا ہے۔اس وقت اس شخص کی تحریر کردہ ایک کتاب ''انتظار مہدی ومسیح فن رجال کی روشنی میں'' میرے سامنے ہے اس کے نزدیک احادیث صحیحہ کا وجود ''منافقینِ عجم'' کی متفقہ سازش کا نتیجہ ہے، اور اصل حجت قرآن پاک (کا وہ مفہوم ہے جو کہ تمنا عمادی نے سمجھا) ہے لکھتا ہے کہ:

'' اس تمہید کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی حدیث بھی جو موجودہ کتب احادیث میں ہے چاہے وہ صحاح ستہ ہی نہیں بلکہ ساری کتبِ احادیث کی متفق علیہ ہی کیوں نہ ہو، اس وقت تک صحیح نہیں کہی جا سکتی جب تک درایت قرآنیہ اس کی صحت پر مہرِ تصدیق ثبت نہ کردے مگر پھر بھی........'' (انتظار مہدی مسیح ص۱۸۶)

یہاں درایت قرآنیہ سے مراد تمنا عمادی اور اس کی کمپنی کے لوگوں کی خود ساختہ درایت ہے، مزید لکھتا ہے کہ:

'' اول تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ جن لوگوں کو محدثین ثقہ سمجھ لیں یا لکھ دیں وہ واقعی ثقہ ہوں بھی...'' (انتظار ص۱۱۰)

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کو تمنا اینڈ کمپنی غیر ثقہ، کذاب اور عجمی سازش والا کہہ دے تو اسے تسلیم کرنا ضروری ہے۔تمنا عمادی نے اس کتاب میں بیشمار مقامات پر کذب بیانی سے کام لیا ہے مثلاً

۱: عبدالعزیز بن رفیع الاسدی جو کہ ثقہ بالاجماع ہیں، دیکھئے (تہذیب التہذیب: ج۶ص۳۳۷،۳۳۸ تقریب: ۴۰۹۵ الکاشف للذھبی: ج۲ص۱۷۵) ان کے بارے میں تمنا عمادی لکھتا ہے:

'' ابن حبان نے ان کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ....علی بن الجنید نے کہا کہ یہ ضعیف تھے اور ان کی حدیثیں منکر ہیں اور جوزجانی نے کہا کہ یہ مرجئہ عقیدے میں غلو رکھتے ہیں.... دیکھئے تہذیب التہذیب ج۶ص۳۳۹'' الخ

حالانکہ یہ ساری جرحیں عبدالعزیز بن ابی رواد پر ہیں دیکھئے (تہذیب التہذیب: ج۶ص۳۳۸، ۳۳۹، المجروحین لابن حبان: ج۲ص۱۳۶، ۱۳۷، احوال الرجال للجوزجانی: ص۱۵۲، میزان الاعتدال: ج۲ص۶۲۸) عبدالعزیز بن رفیع تو ان جروح سے سراسر بری ہیں، امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (ج ۵ص۱۲۳) یہ ہے تمنا عمادی کا مبلغ علم اسماء الرجال میں، چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد '' ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

۲: امام لیث بن سعد المصری جو کہ بالاجماع ثقہ ہیں ان کے بارے میں تمنا لکھتا ہے:

'' بہت سخت مدلس تھے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ان کے استاد یحیی بن سعید القطان، لیث سے سخت بدظن تھے، اس حدتک کہ ان کی بدظنی دور نہیں کی جا سکی (لسان المیزان: ج ا ص۲۱۳ ترجمہ حجاج بن ارطاۃ'' انتظار مہدی ص۱۹۳ نیز دیکھئے ص۱۸۳ بحوالہ میزان الاعتدال ج ا ص۲۱۳۔ لسان المیزان کا حوالہ تو خیر کاتب کا وہم قرار دیا جا سکتا ہے، بہرحال (میزان الاعتدال: ج ا ص۴۵۸) میں حجاج کے ترجمہ میں یہ جرح مذکور ہے، تاہم عرض ہے کہ یحیی القطان کی جرح لیث بن سعد پر نہیں بلکہ لیث بن ابی سلیم پر ہے۔ دیکھئے (میزان الاعتدال: ج ۳ص۲۱ ترجمہ لیث بن ابی سلیم، تہذیب التہذیب: ج۸ص۴۱۷، کتاب الضعفاء للعقیلی: ج۳ص۱۶، ۱۵۷۲)

دیکھئے! تمنا نے کس چابکدستی سے لیث بن ابی سلیم پر جرح کو لیث بن سعد پر فٹ کر دیا ہے، شاید وہ اس ''مکراً کباراً '' سے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا لینے میں کچھ کامیاب ہو جائے مگر علیم بذات الصدور کی پکڑ سے بغیر توبہ واعلان توبہ، قبل از موت کوئی چیز نہیں بچا سکتی!

۳: حشرج بن نباتہ کے بارے میں تمنا (انتظار ص۵۷) پر لکھتا ہے:

'' یہ تقریباً تمام ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث اور لا یحتج به من منکر الحدیث ہیں...''

حالانکہ تہذیب التہذیب (ج۲ص۳۷۷، ۳۷۸) میں ہے کہ:

'' عن أحمد :ثقة .....عن ابن معين :ثقة ليس به بأس .... وقال أبو زرعة :واسطي لا بأس به مستقيم الحديث ... وأخرج له الترمذي حديثاً واحداً .... وحسنه ..... ''

ابوداود اور عباس بن عبدالعظیم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ثقہ، ابن عدی نے : لابأس بہ کہا، بلکہ احمد، ابن ابی عاصم، ابن تیمیہ وغیرہم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی، امام نسائی کی تحقیق ان کے بارے میں مختلف ہے، ابوحاتم، ساجی اور ابن حبان نے جرح کی۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ تمنا کتنی کذب بیانی سے کام لے رہا ہے، **لعنةُ الله على الكاذبين**

۴: انتظار مہدی کے ص۱۹۲ پر یہ شخص ابوسریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

'' اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابوالطفیل کے سوا ان سے اور کوئی روایت نہیں کرتا'' اب اٹھائیے سنن ابن ماجہ (ص۲۲۷ ح

۳۱۴۸ کتاب الأضاحي باب من ضحى بشاة عن أهله)

'' عن سفيان الثوري عن بيان عن الشعبي عن أبي سريحة قال :حملني .... '' إلخ

سفیان کی متابعت عبدالملک (بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم القاضی) نے کر رکھی ہے دیکھئے المعجم الکبیر (ج ۳ ص ۱۸۲ ح ۳۰۵۷) اور عبدالملک مذکور ثقہ ہے (التقریب: ۴۱۶۸) ابو سریحہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مزید شاگردوں کے علم کے لئے طبرانی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

۵: تمنا لکھتا ہے: '' یہ سفیان بن عیینہ کوفی تھے سنیوں میں سنی اور شیعہ میں شیعہ رہے شیعوں کی کتبِ رجال میں ان کا ذکر خیر موجود ہے ....'' (انتظار ص ۱۹۴)

میں نے اپنی اس کتاب: القول الصحیح [1] میں ثابت کیا ہے کہ رافضیوں کا کسی شخص کو اپنی کتبِ رجال میں ذکر کرنا کسی شخص کے رافضی یا شیعہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، ورنہ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھی شیعہ یا رافضی تسلیم کرنا پڑے گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ لہذا اہل سنت کے ثقہ بالاجماع امام سفیان بن عیینہ کو شیعوں کا اپنے رجال میں ذکر کرنا ان کے شیعہ ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہے۔

کل یدعی وصلاً للیلی   ولیلیٰ لا تقرلهم بذاکا

ہر ایک لیلیٰ کے وصل کا دعویدار ہے   مگر لیلیٰ کو اس سے (صاف) انکار ہے

مامقانی رافضی نے تنقیح المقال میں سفیان مذکور کو ذکر کیا ہے اور (ج ۱ ص ۲۶) پر لکھا ہے: '' ضعیف ''یعنی سفیان بن عیینہ ضعیف تھے۔ معلوم ہوا کہ سفیان کو ضعیف سمجھنے میں تمنا عمادی اپنے پیشرو، مامقانی رافضی کا مقلد ہے۔ حالانکہ تمام علماء مسلمین مثلاً امام شافعی، امام احمد، امام ابن المدینی، امام ابن معین، امام ابن مہدی رحمہم اللہ وغیرہم امام سفیان بن عیینہ کی تعریف وتوثیق میں رطب اللسان ہیں۔ (دیکھئے عام کتبِ رجال وسیر اعلام النبلاء ۸/۴۵۴)

ثقاہت کے ساتھ مدلس ہونا علیحدہ مسئلہ ہے، ایسی صورت میں تصریح بالسماع والی روایت حجت اور معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے الا یہ کہ متابعت یا شواہد موجود ہوں۔

۶: انتظار مہدی ص ۵۲ پر ہے کہ: '' چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد ابن شہاب زہری متوفی ۱۷ رمضان ۱۳۴ھ نے اپنے وطن ایلہ میں جمع احادیث کا سنگ بنیاد رکھا..... ''

حالانکہ امام زہری نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی وفات سے پہلے احادیث کو مدون کر لیا تھا، اور تحدیث بھی کرتے تھے اس دعوی کی دلیل یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کو حکم دیا ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ کی حدیث لکھو کیونکہ مجھے علم اور اہل علم کے (دنیا سے) چلے جانے کا ڈر ہے'' (سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۲۶ ح ۴۹۴ وسندہ صحیح)

(۱) یہ مکمل کتاب اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ

امام زہری فرماتے ہیں کہ: ہم علم یعنی احادیث لکھنا ناپسند کرتے تھے حتی کہ ان حکمرانوں (یعنی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز وغیرہ) نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا۔ (تقیید العلم للخطیب البغدادی ص ۱۰۷ وسندہ صحیح)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ما أتاك به الزهري يسنده فاشددبه يديك''

تیرے پاس جو (روایتیں) زہری با سند لے آئیں انہیں مضبوطی سے پکڑ لو۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۹۶۰ وسندہ صحیح)

حالانکہ امام زہری آپ کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی: ۱۷/۲۲۴)

۷: ابراہیم بن محمد بن حنفیہ کے بارے میں تمنا لکھتا ہے:

'' اور ابراہیم بن محمد بن حنفیہ کی شیعیت کا اعتراف اگر چہ ابن حجر وغیرہ نے تہذیب التہذیب وغیرہ میں نہیں کیا ہے .... مگر شیعوں کی بعض کتبِ رجال میں ان کا ذکر خیر موجود ہے۔ و كفى به شهادة .....'' (انتظار ص ۹۴)

حالانکہ ص ۱۲ پر ہم عرض کر آئے ہیں کہ شیعوں وغیرہ کا کسی شخص کو اپنے نمبر بڑھانے کے لئے اپنی کمپنی اور پارٹی میں ذکر کرنا کسی راوی کے شیعہ وغیرہ ہونے کی دلیل نہیں ہے ورنہ سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین ابوحنیفہ، جناب شافعی وغیرہم کو بھی شیعہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ دیدہ باید! لہذا یہ ''كفى بـه شهادة'' نہیں ہے بلکہ ''کفی بہ افتراء'' ہے۔

۸: تمنا نے اپنی اس کتاب میں بہت سے راویوں کی روایات کو صرف اس بنیاد پر رد کر دیا ہے کہ وہ راوی کوفہ عراق، بغداد، شام، خراسان وغیرہ میں پیدا ہو گئے تھے یا جا بسے تھے، دیکھئے (انتظار مہدی کا ص ۵۶، ۹۸، ۱۰۶ وغیرہ) بلکہ ص ۱۹۴ پر عبدالاعلیٰ بن حماد الباھلی کے بارے میں لکھتا ہے:

'' ان کا خراسانی ہونا، غلام آزاد کردہ ہونا، بصری ہونا خود ان کے مشتبہ ہونے کے لئے کافی ہے ''

حالانکہ اسلام برابری اور مساوات کا دین ہے، قوم پرستی، علاقہ پرستی کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کر دینا اسلام کے سراسر مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

اے لوگو! ہم نے تمہیں (ایک) مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قومیں اور قبائل بنا دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو بیشک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

اور فرماتے ہیں:

'' وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ '' (سورۃ الروم آیت ۲۲)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے، اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یا أیھا الناس ألا إن ربکم واحد وإن أباکم واحد ، ألا لا فضل لعربي علی أعجمي و لا لعجمي علی عربي ولا أحمر علی أسود ولا أسود علی أحمر إلا بالتقوی (مسند احمد ج۵ص۴۱۱ ح۲۳۸۸۵ وسندہ صحیح)

اے لوگو! جان لو کہ بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے، جان لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت جو ہے وہ صرف تقوی کی بنیاد پر ہے۔

امام ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) لکھتے ہیں: " **رواہ أحمد ورجالہ رجال الصحیح** " (مجمع الزوائد ج۳ص۲۶۶)

اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (مجمع الزوائد ج۸ص۸۴ تفسیر ابن کثیر ج۴ص۲۳۲) لہذا کسی راوی یا راویہ کا کوفی شامی، خراسانی، نیشاپوری، عراقی، مصری وغیرہ ہونا قطعاً اس کے ضعیف یا مجروح ہونے کی دلیل نہیں ہے، اور صرف رنگ و نسل یا شہر وعلاقہ کی بنیاد پر کسی کو ضعیف یا مجروح وغیرہ سمجھنا سخت قوم پرستی اور عصبیت ہے، **أعاذنا اللہ منہ**

۹: تمنا عمادی نے انتظار مہدی کے ص۵۴ پر لکھا ہے کہ: ''یمن میں معمر بن راشد جو، ازدیوں کے آزاد کردہ غلام تھے، متوفی ۱۵۴ھ تو جمع احادیث میں سرگرم رہے، یہ آبان بن عباس مشہور کذاب سے روایت کرتے تھے، مگر آبان کی جگہ ثابت البنانی کا نام ظاہر کرتے تھے (تہذیب التہذیب ص۱۰۱ ج۱) مگر محدثین ان کو پھر بھی ثقہ ہی سمجھتے اور لکھتے ہیں۔''

تہذیب کے محولہ بالا صفحہ پر لکھا ہے کہ: " **وحکی الخلیلي في الإرشاد بسند صحیح أن أحمد قال لیحي ابن معین وھو یکتب عن عبدالرزاق عن معمر عن أبان نسخةً :تکتب ھذہ و أنت تعلم أن أبان کذاب ؟ فقال : یرحمك اللہ یا أبا عبداللہ! أکتبھا و أحفظھا حتی إذا جاء کذاب یرویھا عن معمر عن ثابت عن أنس أقول : کذبت إنما ھو أبان** " (تہذیب: ج۱ص۱۰۱)

خلیلی نے الارشاد میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ احمد نے یحیی بن معین سے کہا جبکہ وہ عبدالرزاق عن معمر عن ابان کی سند سے ایک نسخہ لکھ رہے تھے: آپ یہ لکھ رہے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ابان کذاب ہے تو انہوں نے کہا: اے ابو عبداللہ آپ پر اللہ رحم کرے میں لکھ رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں تاکہ اگر کوئی کذاب (مثلاً تمنا عمادی) آئے اور یہ (نسخہ) معمر عن ثابت عن انس کی سند سے روایت کرنے لگے تو میں اس کو کہوں گا کہ تو نے جھوٹ کہا یہ تو ابان کا نسخہ ہے۔

الارشاد للخلیلی کا جو نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اس میں یہ عبارت (ج۱ص۱۷۸، ۱۷۹) پر موجود ہے، اور اس کے علاوہ کتاب المجروحین لابن حبان (ج۱ص۳۱، ۳۲) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع (ج۲ص۱۹۲) میں بھی یہی واقعہ مفصل بالاسانید موجود ہے[1]۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ معمر کے دو استاد ہیں۔ ۱: ثابت ثقہ ۲: ابان کذاب

(۱) اس سارے واقعہ کا ایک راوی احمد بن اسحاق القاضی الدینوری ہے جس کے حالات نہیں ملے، واللہ اعلم

معمر نے دونوں سے دو صحیفے روایت کر کے اپنے شاگرد عبدالرزاق تک پہنچا دیئے اور انہوں نے ابن معین وغیرہ تک پہنچا دیئے۔ معمر نے ثابت سے جو نسخہ سنا ہے اور روایت کیا ہے اس کا کچھ ذکر تحفۃ الاشراف للمزی (ج ۱ ص ۱۵۰ تا ص ۱۵۴) میں موجود ہے۔ اور معمر کے ابان بن ابی عیاش سے نسخہ کا کچھ حصہ الکامل لابن عدی (ج ۱ ص ۳۷۶) میں موجود ہے، معمر نے تو انتہائی دیانتداری کے ساتھ جو سنا تھا آگے پہنچا دیا لہذا وہ تمنا کے الزام سے قطعاً بری ہیں، اور ان پر جو تہمت تمنا نے لگائی وہ تہذیب کے محولہ بالا صفحہ پر نہیں بلکہ یہی صفحہ اس کی تردید کر رہا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد !

۱۰: صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۳۵ ح ۱۵۵/۲۴۲ نسخہ بیروتیہ کتاب الایمان باب نزول عیسی بن مریم ج ۱ ص ۸۷ نسخہ باکستانیہ) میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے ایک روایت مروی ہے، جن کے بارے میں تمنا لکھتا ہے۔

'' تیسرے صاحب ان دونوں کے ساتھی ابوبکر بن شیبہ ہیں جن کا پورا نام عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ ہے ....اور حافظ ابواحمد الحاکم نے ضعیف الحدیث قرار دیا ہے.....'' (انتظار ص ۱۹۵)

ابوبکر بن ابی شیبہ کو ابوبکر بن شیبہ بنا کر راوی بدل دینا تمنا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حالانکہ ابوبکر بن ابی شیبہ مشہور ثقہ بالاجماع، محدث اور مصنف ہیں، اور یہ حدیث ان کی کتاب المصنف میں موجود ہے دیکھئے (ج ۱۵ ص ۱۴۴) ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے، اسی کتاب (انتظار مہدی) کے ص ۹۵ پر تمنا لکھتا ہے:

''ابوبکر بن ابی شیبہ آخر عثمان بن ابی شیبہ ہی کے اپنے بھائی تھے....''

چونکہ جھوٹی روایات کی بنیاد پر عثمان مذکور تمنا مذکور کے نزدیک مجروح ہے لہذا عثمان کے بھائیوں کا صرف اس وجہ سے جرح سے بچنا ناممکن ہو گیا کہ وہ ''بے چارے'' تو عثمان کے بھائی تھے، سبحان اللہ! کیا انصاف ہے !!

۱۱: عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں تمنا عمادی لکھتا ہے:

''یہ قرآن مجید میں ملحدانہ تحریف کرتے تھے'' (انتظار ص ۸۸) اور کہتا ہے :

''جس کے تنہا ذمہ دار عثمان بن ابی شیبہ قرآن مجید کے ساتھ ٹھٹھا کرنے میں مشاق محرف ہیں'' (انتظار ص ۱۱۶)

تقریباً یہی بات اس نے ص ۹۲، ۱۱۹، ۱۲۵ پر بھی دہرائی ہے۔ اور ص ۸۱، ۸۲ پر اس تہمت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور چند آیات تہذیب وغیرہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ ان روایات پر تفصیلی تبصرہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تا کہ حق واضح ہو جائے۔

'' ۱ : سورۃ یوسف ------جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ''

یہ روایت الجامع لاخلاق الراوی والسامع (ج ۱ ص ۲۹۹) میں باسند موجود ہے اور میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۷، ۳۸) تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۱۵۱) وغیرہما میں بالاختصار ابراہیم بن عبداللہ الخصاف سے مروی ہے، میں پوچھتا ہوں کہ

یہ خصاف کون ہے؟ ہے کوئی جو جواب دے!!

ب : " اَلَم تَرَ کَیفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصحٰبِ الفِیلِ "

اسے میزان الاعتدال (ج۳ص۳۷) سیر اعلام النبلاء (ج۱۱ص۱۵۳) میں احمد بن کامل عن الحسن بن الحباب کی سند سے نقل کیا گیا ہے۔ میزان الاعتدال (ج۱ص۱۲۹) پر احمد بن کامل القاضی کے بارے میں ہے کہ : " لینه الدارقطني "

اسے دارقطنی نے کمزور کہا ہے۔ (دیکھئے یہی رسالہ صفحہ ۲۵)

ج : " فَضُرِبَ بَینَهُم بِسُورٍ لَّہٗ بَاب " "

یہ قصہ ''الجامع'' للخطیب میں مذکور ہے (ج۱ص۲۹۹،۳۰۰) اس میں ابوبکر عبداللہ بن یحیی الطلحی کی توثیق مطلوب ہے۔

د : " وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِینُ عَلیٰ مُلْکِ سُلَیْمَانَ "

اسے حافظ ابن حجر نے تہذیب (ج۷ص۱۵۱) میں امام دارقطنی سے نقل کیا کہ " وقد قیل " یعنی اس اسٹوری (اسطورہ) کی سند ہی نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ عثمان بن ابی شیبہ پر تحریف یا تمسخر بالقرآن والی جملہ روایات موضوع ، من گھڑت اور مردود ہیں، لہذا وہ اس الزام سے سراسر بری ہیں، اسی لئے تو محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور اس کی حدیثوں سے اپنے صحیح احادیث کے مجموعہ جات کو مزین کیا ہے۔

۱۲: تمنا عمادی ایک حدیث کے بارے میں لکھتا ہے: '' نہ ہمام کے سوا قتادہ نے کسی سے کہا.....'' (انتظار ص۲۰۱)

حالانکہ مسند احمد (ج۲ص۴۳۷، ح۹۶۳۰، ۹۶۳۱، ۹۶۳۲) میں اسے سعید بن ابی عروبہ، ہشام اور شیبان نے بھی قتادہ سے روایت کیا ہے، باقی کتابوں کو توفی الحال رہنے دیں، آپ خود فیصلہ کریں کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

۱۳: تمنا نے صحیح احادیث کو تو موضوع قرار دیا ہے اور روایت پرستی کے فتوے لگائے ہیں، جبکہ موضوع احادیث کو صحیح باور کرانے کی کوششیں کی ہیں،، مثلاً (ص۲۲۳) پر '' تکثر لکم الأحادیث بعدي فما روي لکم حدیث عني فأعرضوه علی کتاب الله فما وافقه فا قبلوه وما خالفه فردوه '' پیش کی ہے اور لکھا ہے:

'' ایک صحیح حدیث ہے '' بلکہ اس کی کمپنی کے ایک شخص نے اسی کی کتاب کے مقدمہ ص۸ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے، لعنة الله علی الکاذبین ۔ حالانکہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے صحاح ستہ یا کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی وجود بھی نہیں ہے، یاد رکھئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

'' من کذب علي متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار '' (بخاری:۱۰۷، حدیث متواتر)

۱۴: فرات القزار کے بارے میں تمنا عمادی لکھتا ہے:

'' ایک مجہول الحال آدمی ہیں............ '' چونکہ امام مسلم ان کی حدیث روایت کر رہے ہیں اس لئے دوتین کوفیوں نے ان کو صرف ثقہ لکھ دیا ہے اور بس............ '' (انتظار ص۲۱۰، ۲۱۱)

فرات کے بارے میں محدثین کرام کی گواہیاں ملاحظہ فرمائیں:

۱: یحییٰ بن معین البغدادی: ثقہ ۲: احمد بن شعیب النسائی: ثقہ ۳: ابوحاتم الرازی: صالح الحدیث

۴: ابن حبان البستی: (ذکرہ فی الثقات) ۵: ابن شاہین (ذکرہ فی الثقات)

امام بخاری اور امام مسلم نیشاپوری نے اس کی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جو کہ توثیق ہے۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب: ۲۳۳/۸) اور ان کے علاوہ سفیان، العجلی اور ابن حجر وغیرہم نے ان کی توثیق کی ہے۔ کیا یہ سب چند کوفی ہیں اور بس!

۱۵: صحیح مسلم (کتاب الفتن واشراط الساعۃ ج ۲ ص ۳۹۱، ۳۹۲ ح ۲۸۹۷/۳۴) کی ایک حدیث میں نزول عیسی علیہ السلام اور دجال کا ذکر ہے۔

" ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته " (صحیح مسلم مترجم ج ۳ ص ۸۸۵: عابدالرحمٰن صدیقی کاندھلوی)

لیکن اللہ اسے عیسی کے ہاتھ سے قتل کرائے گا، اور اس کا خون انکے نیزے پر لوگوں کو دکھائے گا۔

اس حدیث کے ترجمہ میں تمنا عمادی لکھتا ہے:

'' لیکن اللہ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا تو مسلمانوں کو اپنے حربے میں اس کا خون دکھائے گا'' (انتظار ص ۲۵۲)

اور مزید لکھتا ہے کہ: '' یہ ہے کہ جس کو حدیثِ رسول کہا جاتا ہے جس کی تہمت رسول اللہ ﷺ پر لگائی جاتی ہے اللہ خود اپنے ہاتھ سے مسیح دجال کو قتل کرے گا اور اپنا خون آلود حربہ مسلمانوں کو دکھائے گا۔۔۔'' (انتظار ص ۲۵۲)

حالانکہ حدیث کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو کہ عابدالرحمٰن کاندہلوی صاحب نے صحیح مسلم کے ترجمہ میں کیا ہے، بلکہ ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوۃ (ج ۱۰ ص ۱۴۸ طبع امدادیہ ملتان) میں لکھتے ہیں:

" ولكن يقتله بيده " أي بيد عيسى عليه الصلاة و السلام ۔۔۔۔ "

یعنی اس کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دجال کو عیسی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کرائے گا۔

ان کے علاوہ تمنا کی اور بہت سی خیانتیں اور تلبیسات ہیں جن کے جمع اور تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے، بہرحال جب اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی اس دن سب واضح ہو جائے گا اور کوئی مجرم پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ انہی سطور پر اکتفا کرتے ہوئے آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔ آپ اب اصل کتاب [1] کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے تمام بھائیوں کو غلام احمد قادیانی، تمنا عمادی، ابوالخیر اسدی، پرویز، ڈاکٹر مسعود عثمانی، امین احسن اصلاحی وغیرہ کذابین، اہلِ باطل اور دجالوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

تنبیہ: آج کل اصلاحی گروپ کے جاوید احمد غامدی صاحب، منکرینِ حدیث کی تقلید میں احادیث صحیحہ کے خلاف مسلسل شبہات پھیلا رہے ہیں، اہل سنت عوام کے لئے ان سے بھی بچنا ضروری ہے، اور علماء کا کام یہ ہے کہ ان اہل باطل فرقوں پر رد کر کے حق کو سر بلند کریں۔ وما علينا الا البلاغ (۲۲، اکتوبر ۱۹۹۴ء)

(۱) یعنی '' القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح '' یہ مکمل کتاب ان شاءاللہ الحدیث حضرو کے اگلے شمارہ میں شائع ہوگی۔

حافظ ندیم ظہیر

زبان کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سے زبان ایک بہت بڑی نعمت ہے، زبان قلوب و اذہان کی ترجمان ہے، اس کا صحیح استعمال ذریعہ حصول ثواب اور غلط استعمال وعید عذاب ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث نبویہ ﷺ میں ''اصلاحِ زبان'' کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

مومن کی شان: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' **من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً أو لیصمت** '' (صحیح بخاری:۶۰۱۸، صحیح مسلم:۴۷/۴۷)

جوشخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے (اسے چاہئے یا تو) وہ بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

اہل ایمان کی گفتگو بہترین اور پرُتاثیر ہوتی ہے، اور وہ ہمیشہ فضولیات سے احتراز کرتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

'' **من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه** '' (مؤطا امام مالک:۲/۹۰۳ ح ۱۷۳۷ وسندہ حسن)

فضول باتوں کو چھوڑ دینا، آدمی کے اسلام کی اچھائی کی دلیل ہے۔

بہترین مسلمان: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مسلمانوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: '' **من سلم المسلمون من لسانه ویده** '' جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ (بخاری: ح ۱۱، مسلم:۶۶/۴۲)

کہتے ہیں کہ زبان کا نشتر (لوہے کے) نیزے سے زیادہ گہرا زخم کرتا ہے، لہذا بہترین مسلمان بننے کے لئے اپنی زبان پر کنٹرول اور دوسرے مسلمان کی عزت نفس کا خیال بہت ضروری ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے (ان کی دوسری بیوی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بابت) عرض کیا: آپ کے لئے صفیہ کا ایسا ایسا ہونا کافی ہے۔ بعض راویوں نے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ وہ پستہ قد ہیں تو آپ نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: '' **لقد قلت کلمةً لو مج بها البحر لمزجته** '' تونے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو وہ اس کا ذائقہ بدل ڈالے۔

(سنن ابی داود: ۴۸۷۵)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' **إن دماء کم وأموالکم وأعراضکم بینکم حرام ...... الخ** '' (بخاری:۶۷)

یعنی ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت وآبرو قابل احترام ہیں۔

جنت کی ضمانت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' **من يضمن لي مابين لحييه ومابين رجليه أضمن له الجنة** ''

جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری:۶۴۷۴)

جس طرح زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی بنا پر جنت کی بشارت دی گئی ہے ایسے ہی ان دونوں کی حفاظت میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے تنبیہ بلیغ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' **أتدرون ما أكثر ما يدخل الناس النار ؟ الأجوفان :الفم والفرج** ''

کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں کو کثرت کے ساتھ کون سی چیز جہنم میں داخل کرے گی؟ وہ دو کھوکھلی چیزیں، زبان اور شرمگاہ ہیں۔

(سنن ترمذی:۲۰۰۴، سنن ابن ماجہ:۴۲۴۶ واسنادہ صحیح)

زبان کے خطرات: سیدنا سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: مجھے ایسی بات بتلایئے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: '' **قل ربي الله ثم استقم** '' تم کہو میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر جم جاؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خطرے والی چیز جس کا آپ کو مجھ سے اندیشہ ہو کیا ہے؟

'' **فأخذ بلسان نفسه ثم قال هذا** '' آپ نے اپنی زبان پکڑی پھر فرمایا: یہ (زبان) ہے۔ (سنن ترمذی:ح۲۴۱۰ واسنادہ صحیح)

ایک دفعہ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر نماز، زکوۃ، روزہ، حج بیت اللہ اور جہاد کے متعلق بالتفصیل بیان فرمایا: آخر میں فرمایا: **ألا أخبرك بملاك ذلك كله ؟** کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتلاؤں جس پر ان سب کا دارومدار ہے؟ میں نے کہا: **بلی یا رسول الله** ، اے اللہ کے رسول کیوں نہیں۔

آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا:'' **كف عليك هذا** '' اس کو روک کے رکھ، میں نے عرض کیا، کیا ہم زبان کے ذریعے جو گفتگو کرتے ہیں اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (گفتگو) کے سوا اور کیا ہے؟! (سنن ترمذی:ح۲۶۱۶ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ زبان کا غلط استعمال آدمی کے اعمال (نماز، روزہ، زکوۃ، حج، جہاد) وغیرہ کو برباد کرسکتا ہے، اور جنت کی بجائے جہنم کا ایندھن بنا سکتا ہے۔ **أعاذنا الله منها**

پہلے تولو...... پھر بولو: ہمیشہ دوران گفتگو تدبر وتفکر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کیونکہ زبان کی ذرا سی بے اعتدالی انسان کو دنیا وآخرت کے آلام ومصائب سے دوچار کرسکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

'' مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ '' (قٓ:۱۸) انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی ایک نگران

موجود ہوتا ہے۔ یعنی انسان کی ہر بات ریکارڈ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی ایک بات کرتا ہے اس میں غور وفکر نہیں کرتا اور وہ اس بات کی وجہ سے مشرق ومغرب کے درمیان مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی طرف گر جاتا ہے۔
(صحیح بخاری: ۶۴۷۷، صحیح مسلم: ۴۹/۲۹۸۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی منت سماجت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ''اتق الله فينا'' ہمارے بارے میں تجھے اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ بلاشبہ ہمارا معاملہ تیرے ساتھ وابستہ ہے، اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تجھ میں ٹیڑھا پن آ گیا تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔
(سنن ترمذی: ۲۴۰۷ وسندہ حسن)

یعنی پہلے زبان درازی، گالی گلوچ ہوتی ہے پھر لڑائی جھگڑا ہوتا ہے، تو مار جسم کو ہی برداشت کرنا پڑتی ہے اسی لئے جسم کے سارے اعضاء زبان کے سامنے منت سماجت کرتے ہیں۔ ہر دو احادیث سے واضح ہو گیا کہ زبان کا استعمال صحیح نہ کرنے کی وجہ سے دونوں جہانوں میں خسارے کا سامنا ہے۔

خاموشی میں نجات: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من صمت فقد نجا'' جو شخص خاموش رہا وہ نجات پا گیا
(سنن ترمذی: ۲۵۰۱ وسندہ حسن مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ''أضواء المصابیح'' للاستاذ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ: رقم ۴۸۳۶)

مزید ارشاد فرمایا: **لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله تعالى قسوة للقلب! وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي''** (سنن ترمذی: ح ۲۴۱۱ وسندہ حسن)

اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو اس لئے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے، اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل (والا آدمی) ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ ہر مکلّف انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ ہر قسم کی گفتگو سے اپنی زبان کی حفاظت کرے، صرف وہ گفتگو کرے جس میں مصلحت واضح ہو، اور جہاں مصلحت کے اعتبار سے بولنا اور خاموش رہنا دونوں برابر ہوں تو پھر خاموش رہنا سنت ہے۔ اس لئے کہ بعض دفعہ جائز گفتگو بھی حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور ایسا عام طور پر ہوتا ہے اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔ (ریاض الصالحین: ۳۸۹/۲ طبع دار السلام)

توضیح الاحکام

حافظ زبیر علی زئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دوسوالوں کے جواب درکار ہیں۔ ا: کیا ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے دلائل سے واضح کریں؟
۲: کیا امام الحسن بن علی البربھاری کی '' شرح السنۃ ''نامی کوئی کتاب ہے؟ (محمد خلیل چوہان ڈاکخانہ خاص جلال بلگن تحصیل وضلع گوجرانوالہ)

جواب : ا: اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
'' فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَاناً بے شک جو لوگ ایمان لائے ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ (سورہ التوبہ:۱۲۴)
اس مفہوم کی دیگر آیات کے لئے دیکھئے صحیح البخاری (کتاب الایمان، باب: اقبل ح ۸)
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
'' الإیمان بضع وستون شعبة والحیاء شعبة من الإیمان '' (صحیح بخاری:۹وصحیح مسلم:۳۵/۵۷، دارالسلام:۱۵۲)
ایمان کے ساٹھ سے اوپر درجے ہیں اور حیاء ایمان کا (ایک) درجہ ہے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' من أحب لله وأبغض لله وأعطی لله ومنع لله فقداستکمل الإیمان ''
جو شخص محبت کرے اللہ کیلئے اور بغض رکھے اللہ کے لئے، (مال) دے اللہ کے لئے اور (مال) روکے اللہ کے لئے تو اس کا ایمان مکمل ہے۔ (ابوداود:۴۶۸۱ وسندہ حسن) عمیر بن حبیب بن خماشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: '' الإیمان یزید و ینقص '' ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔ (کتاب الایمان لابن ابی شیبہ:۱۴، وسندہ صحیح) اس کے راوی یزید بن عمیر کو امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے '' قوم توارثوا الصدق '' میں سے قرار دیا ہے (مسائل محمد بن عثمان بن ابی شیبہ:۲۵ بتحقیقی ، المؤتلف والمختلف للدارقطنی ۹۲۳/۲) اہل سنت کا یہی مسلک وموقف ہے کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، دیکھئے الشریعۃ للامام محمد بن الحسین الآجری (ص ۱۱۶-۱۱۸) وشرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی (۵/ ۸۹۰-۹۶۴) وغیرہما۔
یہی عقیدہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہم کا ہے رحمہم اللہ اجمعین، جبکہ دیوبندیوں وبریلویوں کی کتاب عقائد نسفیہ میں لکھا ہوا ہے کہ:'' والإیمان لا یزید ولا ینقص '' ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ (ص ۹۲)
دیوبندیوں کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلب کا نام ہے، دیکھئے حقانی عقائد الاسلام (ص ۱۲۳، تصنیف عبدالحق حقانی

ویپسند فرمودہ: محمد قاسم نانوتوی صاحب)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " حدثنا الھذیل بن سلیمان أبو عیسی قال :سألت الأوزاعي ، قلت : یا أبا عمرو !ما تقول في رفع الأیدي مع کل تکبیرة وھو قائم في الصلوة ؟ قال :ذلك الأمر الأول وسئل الأوزاعي وأنا أسمع عن الإیمان، فقال :الإیمان یزید و ینقص ، فمن زعم أن الإیمان لا یزید ولا ینقص فھو صاحب بدعة فاحذروہ " (جزء رفع الیدین بتحقیقی ؒ:۴)

''ہمیں ہذیل بن سلیمان ابوعیسی نے حدیث بیان کی، کہا: میں نے اوزاعی سے پوچھا، میں نے کہا: اے ابوعمرو! آپ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جبکہ آدمی نماز میں کھڑا ہو(تا ہے)؟ انہوں نے کہا: یہی پرانی بات ہے (یعنی اسلاف کا اسی پر عمل ہے) اور اوزاعی سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا تو انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ (بھی) ہوتا ہے اور کم (بھی) ہوتا ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا وہ شخص بدعتی ہے اس سے بچو'' (حسن ہے، قلمی بخط یدی ص ۱۲۹)

تنبیہ: میں نے جزء رفع یدین کے ترجمہ میں ''حسن ہے'' لکھا تھا جو کہ کمپوزر کی غلطی سے ''ضعیف ہے'' چھپ گیا، اس غلطی کی اصلاح مراجعت میں بھی رہ گئی، میرا طریق کار یہ ہے کہ میں ضعیف روایت کی وجہ بیان کر دیتا ہوں جبکہ جزء رفع یدین کے مطبوعہ نسخہ میں ضعیف کی کوئی وجہ مذکور نہیں ہے۔ جزء رفع یدین کے عربی نسخے والی اصل پر بھی میرے ہاتھ سے صاف صاف ''اسنادہ حسن'' لکھا ہوا ہے کہ (قلمی ح ۱۰۸) لہذا اپنے نسخوں کی اصلاح کر لیں۔

ہذیل بن سلیمان سے مراد فدیک بن سلیمان ہے جس سے امام بخاری وغیرہ نے روایت بیان کی ہے اور ابن حبان نے توثیق کی ہے امام بخاری عام طور پر اپنے نزدیک صرف ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں لہذا فدیک ''مذکور'' حسن الحدیث ہے۔ امام اوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ) کے اس فتوی سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان کم و زیادہ نہیں ہوتا وہ لوگ بدعتی ہیں۔ أعاذنا اللہ من شرھم

۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو محمد الحسن بن علی بن خلف البربہاری (متوفی ۳۲۹ھ) حنابلہ کے بڑے اماموں میں سے تھے، حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: " شیخ الحنابلة القدوة الإمام ...... الفقیه کان قوالاً بالحق داعیاً إلی الأثر ، لا یخاف في اللہ لومة لائم " (سیر اعلام النبلاء:۱۵/۹۰)

لیکن ''شرح السنہ'' کے نام سے جو کتاب مطبوع ہے وہ امام بربہاری سے ثابت نہیں ہے، یہ کتاب جس قلمی نسخے سے شائع کی گئی ہے اس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے کہ: " کتاب شرح السنة عن أبي عبداللہ أحمد بن محمد بن غالب الباھلي غلام خلیل رحمه اللہ ، روایة أبي بکر أحمد بن کامل بن خلف بن شجرة القاضي " مخطوطے کے صفحہ اولی پر اس کتاب کی سند درج ذیل ہے۔

" أخبرنا الشيخ الإمام الثقة أبو الحسن عبدالحق بن عبدالخالق، قيل له :أخبركم أبو طالب عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن يوسف بالمسجد الجامع وهو يسمع ، قيل له : أخبركم الشيخ أبو إسحاق إبراهيم بن عمر بن أحمد البرمكي فيما أذن لكم في روايته عنه وأجازه لكم ، فاعرف بذلك وقال نعم ، قال :أنبأ أبو الحسن محمد بن العباس بن أحمد بن الفرات رحمه الله في كتابه ومن كتابه قري ، قال :أخبرنا أبو بكر أحمد بن كامل بن خلف بن شجرة القاضي قرأة عليه قال :دفع إلي أبو عبدالله أحمد بن محمد بن غالب الباهلي هذا الكتاب وقال لي : اروعني هذا الكتاب من أوله إلى آخره، قال أبو عبدالله أحمد بن محمد بن غالب الباهلي ...... "

کتاب کے آخری صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ: " قال أبو عبدالله غلام خليل " الخ

معلوم ہوا کہ یہ کتاب غلام خلیل کی ہے جسے قاضی احمد بن کامل نے اس سے روایت کیا ہے۔

غلام خلیل کا تعارف: امام دارقطنی نے کہا: ''متروك'' (كتاب الضعفاء و المتروكين للدارقطني ۵۹)

ابن عدی نے کہا: ''أحاديثه مناكير، لا تحصى كثرة وهو بين الأمر بالضعف'' (الکامل:۱/۱۹۹)

اسماعیل بن اسحاق القاضی نے غلام خلیل کو کہا: " قليلاً قليلاً ، تكذب " (المجروحین لابن حبان:۱/۱۵۱ وسندہ حسن)

حافظ ذہبی نے کہا: ''معروف بالوضع '' یعنی یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ معروف ہے (دیوان الضعفاء:۹۲)

شیخ خالد بن قاسم الردادی سے میری ملاقات مدینہ طیبہ میں ان کے گھر میں ہوئی ہے، حنبلی سلفیوں میں بہترین اخلاق کے عالم ہیں، سلفی شیوخ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، شیخ خالد صاحب غلام خلیل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

" إن غلام خليل هذا :كذاب وضاع " یعنی بے شک یہ غلام خلیل کذاب وضاع ہے۔(مقدمہ شرح السنہ ص ۴۲)

(شیخ خالد کے شبہات کا جواب آ گے آرہا ہے)

قاضی احمد بن کامل کا تعارف: قاضی صاحب کی واضح توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں ہے جبکہ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ :" كان متساهلاً ، ربما حدث من حفظه ما ليس عنده في كتابه وأهلكه العجب " وہ متساہل تھا بعض اوقات اپنے حافظے سے ایسی حدیث بیان کر دیتا جو کہ اس کی کتاب میں نہیں ہوتی تھی، اسے تکبر نے ہلاک کر دیا۔(سوالات السہمی:۱۷۶)

معلوم ہوا کہ اس کتاب کی کوئی سند ثابت نہیں ہے اور غلام خلیل بذاتِ خود کذاب ہے لہذا امام بربہاری اس کتاب سے بری ہیں۔

شیخ خالد ردادی کے شبہات کا ازالہ: شیخ خالد ردادی مدنی نے یہ دعوی کیا ہے کہ ''شرح السنہ للبربہاری'' کے مخطوطے میں تحریف وتبدیلی ہوگئی ہے۔

۱: مخطوطے میں " عن القرن الثالث إلى القرن الرابع " (۱۱۲) ہے جس سے ردادی صاحب تاریخی قرن (صدی) یعنی

۳۰۱ھ سے ۳۹۹ھ مراد لے رہے ہیں حالانکہ اس سے وہ قرن مراد ہے جن کا ذکر حدیث " خير الناس قرني " الخ میں آیا ہے
امام نووی فرماتے ہیں کہ: " والصحيح أن قرنه صلى الله عليه وسلم :الصحابة والثاني التابعون والثالث تابعوهم"
اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کا قرن صحابہ ہے پھر تابعین ہے اور پھر تبع تابعین۔ (شرح النووی لصحیح مسلم: ۸۵/۱۶ ح ۲۵۳۳)
آخری صحابی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ -۱۱۰ھ- میں فوت ہوئے (التقریب: ۳۱۱۱) آخری تابعی -۱۷۰ھ- میں فوت ہوئے اور
آخری تبع تابعی ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے (فتح الباری ۶/۷ ح ۳۶۵۰) اس حساب سے چوتھا قرن -۲۲۰ھ- سے لے کر -۲۷۰ھ
-یا- ۲۸۰ -ھ تک ہے، غلام خلیل -۲۷۵ھ- میں مرا تھا لہذا -بشرط صحت- اس کا یہ کہنا کہ " إلى القرن الرابع " بالکل صحیح
ہے کیونکہ قرن رابع اس نے پوری طرح پایا ہے ! اور اس سے مراد -۳۰۱ ھ- سے- ۳۹۹ ھ- تک لینا غلط ہے
۲: احمد بن کامل القاضی، غلام خلیل کے مشہور شاگردوں میں سے ہے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں: " روى عنه ......
وأحمد بن كامل القاضي " یعنی غلام خلیل سے احمد بن کامل القاضی نے روایت بیان کی ہے (تاریخ بغداد ۷۸/۵)
احمد بن کامل ہی نے بتایا ہے کہ غلام خلیل -۲۷۵ھ- میں فوت ہوا تھا، (تاریخ بغداد ۸۰/۵) حافظ الذہبی نے کہا:
"غلام خليل ...... وعنه ابن كامل" (میزان الاعتدال ۱۴۱/۱)
امام حاکم النیسابوری نے غلام خلیل کے ذکر میں کہا ہے :" روى عن جماعة من الثقات أحاديث موضوعة
على ما ذكره لنا القاضي أبوبكر أحمد بن كامل بن خلف من زهده وورعه ونعوذ بالله من زهد يقيم
صاحبه ذلك المقام " (المدخل: ص ۱۴۱ ت ۱۸)
بربہاری کے شاگردوں میں احمد بن کامل اور احمد بن کامل کے شاگردوں میں بربہاری کا نام مجھے نہیں ملا۔
۳: بربہاری کے نام سے منسوب یہ کتاب صرف غلام خلیل اور قاضی احمد بن کامل کی سند سے ہی معلوم و معروف ہے،
لہذا یہ ساری کتاب مشکوک ہے
۴: جن لوگوں نے بربہاری کے حالات لکھے ہیں اور کتاب "شرح السنہ" اس سے منسوب کی ہے ان میں سے
کسی نے بھی بربہاری کو نہیں دیکھا، بے سند اقوال کی علمی میدان میں کوئی حجت نہیں ہوا کرتی مثلاً قاضی ابوالحسین محمد
بن ابی یعلی (پیدائش ۴۵۱ھ وفات ۵۲۶ھ) نے بغیر کسی سند سے حسن بن علی بن خلف البربہاری (متوفی ۳۲۹ھ)
سے نقل کیا کہ انہوں نے شرح السنہ میں یہ لکھا ہے اور یہ لکھا ہے الخ (طبقات الحنابلہ: ۱۸/۲-۴۶)
۵: اگر بطور تنزل یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کتاب غلام خلیل کی نہیں بلکہ بربہاری کی ہی ہے، حالانکہ یہ محال اور باطل
ہے، تو بھی قاضی احمد بن کامل کے ضعیف ہونے کی وجہ سے شرح السنہ کا یہ نسخہ مردود اور غیر ثابت ہی ہے۔
۶: امام ابن تیمیہ، امام ذہبی، ابن عبدالہادی، ابن مفلح الحنبلی اور متاخرین نے بغیر کسی صحیح سند سے بربہاری کے
جو اقوال نقل کئے ہیں ممکن ہے ان سب کا ماخذ ابن ابی یعلی کی طبقات الحنابلہ ہو، اور اگر نہ بھی ہو تو ان کا ماخذ نامعلوم ہے

لہٰذا ان نقول سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ شرح السنہ کا (غلام خلیل والا) نسخہ بربہاری کا ہی لکھا ہوا ہے۔
خلاصہ یہ کہ مطبوعہ شدہ اور طبقات الحنابلہ والی: شرح السنہ ایک مشکوک کتاب ہے جسے امام بربہاری سے منسوب کر دیا گیا ہے، حالانکہ امام بربہاری سے یہ کتاب ثابت نہیں ہے، جس شخص کو میری اس تحقیق سے اختلاف ہے اس پر لازم ہے کہ وہ شرح السنہ کا اصلی نسخہ پیش کرکے اس کی سند کا صحیح ہونا ثابت کرے، **إذليس فليس ،وما علينا إلاالبلاغ**

....

سوال: کیا ہوا نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (حافظ حبیب محمد، بیاڑ۔دیر)

جواب: جی ہاں، آدمی کی ہوا نکلنے سے، یقیناً وضوء ٹوٹ جاتا ہے، چاہے ہوا تھوڑی نکلے یا زیادہ، چاہے آواز سے نکلے یا بے آواز، چاہے بدبو آئے یا نہ آئے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہوا نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

امام ابوداود (متوفی ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

'' حدثنا عثمان بن أبي شيبة :حدثنا جرير بن عبدالحميد عن عاصم الأحول عن عيسى بن حطان عن مسلم بن سلام عن علي بن طلق قال قال رسول الله ﷺ :إذا فسا أحدكم في الصلوة فلينصرف فليتوضأ وليعد الصلوة '' (سنن ابی داود: کتاب الطہارۃ، باب فیمن یحدث فی الصلوۃ، ح:۲۰۵)

اس حدیث کی سند حسن (لذاتہ) ہے، اسے ترمذی (۱۱۶۴) نسائی (السنن الکبری: ۳۲۵/۵ ح ۹۰۲۵، ۹۰۲۶) دارمی (السنن: ۲۶۰/۱ ح ۱۱۴۶) وغیرہم نے عاصم الاحول کی سند سے مختصراً ومطولاً، الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے، امام ترمذی نے کہا: ''حدیث حسن'' یعنی یہ حدیث حسن ہے۔ حافظ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا (الاحسان: ۲۰۱/۶، ح ۴۱۸۹، دوسرا نسخہ: ۸/۶ ح ۲۲۳۷، ۵۱۴/۹، ۵۱۵، ۵۱۵ ح ۴۱۹۹، ۴۲۰۱، موارد الظمآن: ۲۰۳، ۲۰۴)

راویوں کا تعارف: اس حدیث کے راویوں کا مختصر اور جامع تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) عثمان بن ابی شیبہ: ''**ثقة حافظ شهير وله أوهام ، وقيل :كان لا يحفظ القرآن** '' (التقریب: ۴۵۱۳) ''**كان لا يحفظ القرآن** '' والا دعوی باطل، اور'' **وله أوهام** '' والی جرح مردود ہے۔ یہ راوی صحیح بخاری، صحیح مسلم سنن ابی داود، سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ کا راوی ہے۔

(۲) جریر بن عبدالحمید: ''**ثقة صحيح الكتاب ، قيل :كان في آخر عمره يهم من حفظه** '' (التقریب:۹۱۶)
اس راوی پر '' **يهم من حفظه** '' والی جرح مردود ہے، یہ صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، یہ روایت جریر کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی بیان کر رکھی ہے۔

(۳) عاصم الاحول: ''**ثقة من الرابعة ، لم يتكلم فيه إلاالقطان ، فكأنه بسبب دخوله في الولاية** '' (التقریب: ۳۰۶۰) یحیی القطان کی جرح مردود ہے، عاصم مذکور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔

(۴) عیسی بن حطان: اسے درج ذیل محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ا: العجلی المعتدل (تاریخ الثقات: ۱۳۳۰، قال: ثقۃ) ۲: ابن حبان (کتاب الثقات: ۲۱۵/۵ وصحح حدیثہ)
۳: الترمذی (امام ترمذی نے اس کی بیان کردہ حیدث کو ''حسن'' کہہ کر عیسی مذکور کی توثیق کر دی ہے)
خلاصہ یہ ہے کہ عیسی بن حطان جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔
(۵) مسلم بن سلام الحنفی: اسے درج ذیل محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔
ا: ابن حبان (کتاب الثقات: ۳۹۵/۵) ۲: ابن شاہین (ثقات ابن شاہین: ۱۳۹۱)
۳: ابونعیم (ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی نے کہا: ''**کان مسلم أحد الثقات المأمونین** '' (مسائل محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۷ بتحقیقی) ۴: الترمذی: (امام ترمذی نے مسلم الحنفی کی حدیث کو ''حسن'' کہہ کر اس کی توثیق کر دی ہے)
خلاصہ یہ ہے کہ مسلم بن سلام الحنفی ثقہ ہے۔
تنبیہ: شعیب ارناووط نے یہ دعوی کر رکھا ہے کہ ''**ولم یو ثق غیر المؤلف** '' یعنی اس راوی کو ابن حبان کے سوا کسی دوسرے نے ثقہ نہیں کہا۔ یہ دعوی اصلاً باطل ہے، کیونکہ مسلم مذکور کو ابن حبان کے علاوہ، ترمذی، ابن شاہین اور ابونعیم نے بھی ثقہ قرار دیا ہے، اسی طرح ابن القطان الفاسی کا مسلم مذکور کو ''مجہول الحال'' کہہ کر ''**ھذا حدیث لا یصح** '' کہنا بھی مردود ہے۔ والحمدللہ
(۶) علی بن طلق، صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، امام دارمی نے فرمایا کہ علی بن طلق صحابی ہیں۔ (دیکھئے سنن الدارمی: ص ۲۰۸، ح ۱۱۴۶) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شعیب ارناووط وغیرہ کا اس حدیث کو ضعیف کہنا غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ حدیث بلحاظ سند حسن لذاتہ ہے اور بلحاظ شواہد صحیح ہے۔
شواہد کا ذکر: ا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**إذا وجد أحد کم في بطنه شیئاً فأشکل علیه، أخرج منه شيء أم لا؟ فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتاً أویجد ریحاً** '' اگر تم میں سے (مرض وہم والا) کوئی شخص اپنے پیٹ میں کوئی گڑبڑ محسوس کرے اور اسے شک ہو کہ ہوا نکلی ہے یا نہیں نکلی تو اس وقت تک مسجد سے نہ نکلے جب تک (ہوا نکلنے کی) آواز نہ سنے یا بدبو نہ سنگھ لے۔ (صحیح مسلم: ۳۶۲/۹۹، دارالسلام: ۸۰۵)
یہ روایت اس شکی وہمی مریض کے بارے میں ہے جسے وہم رہتا ہے کہ اس کی ہوا خارج ہوئی ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ شک کی بنیاد پر نماز توڑ دینا صحیح نہیں ہے، رہا وہ شخص کہ جسے یقین ہو جائے کہ اس کی ہوا نکلی ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے وہ آواز سنے یا نہ سنے، چاہے وہ بدبو محسوس کرے یا نہ کرے۔
۲: عبادہ بن تمیم کے چچا (عبداللہ زید المازنی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
''**لا ینصرف حتی یسمع صوتاً أو یجد ریحاً** '' یعنی (وہم اور شک کا مریض شخص) اس وقت تک نماز سے نہ نکلے جب تک وہ آواز سن نہ لے یا بدبو محسوس کر لے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۷ و صحیح مسلم: ۳۶۱/۹۸ دارالسلام: ۸۰۴)

۳: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' **لا تقبل صلوة من أحدث حتى يتوضأ** ''
جس کو حدث ہو جائے (یعنی وضوء ٹوٹ جائے) اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ (دوبارہ) وضوء کر لے (یعنی دوبارہ وضوء کے بعد ہی نماز قبول ہوگی) ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: حدث سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: فساء (پھسکی) یا آواز کے ساتھ ہوا کا نکلنا (صحیح البخاری: ۱۳۵)
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انسان کی ہوا نکلنے کے ساتھ اس کا وضوء فوراً ٹوٹ جاتا ہے چاہے یہ ہوا آواز سے نکلے یا بے آواز نکلے۔ چاہے بدبو آئے یا نہ آئے ، چاہے معمولی پھسکی ہو یا بڑا پاد، چاہے دبر سے نکلے یا قبل سے، ان سب حالتوں میں یقیناً ، وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہی اہلِ حدیث کا مسلک ہے۔
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: " **والوضوء مما خرج وليس مما دخل** '' جو چیز (منہ سے مثلاً قے، الٹی یا دبر وقبل سے مثلاً پھسکی ، پادوغیرہ) نکلے اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جو چیز منہ سے داخل ہو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔'' (الاوسط لابن المنذر: ج ۱ ص ۱۸۵ ث ۸۱، وسندہ صحیح)

....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محترم زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ تعالی
خیریت موجود، عافیت مطلوب ۔ کیا جریر بن طبری جو کہ صاحب تفسیر ہے اور ایک ابن جریر طبری صاحب تاریخ ہے، کیا دونوں افراد ایک ہی ہیں یا مختلف اگر ایک ہیں تو صاحب تاریخ کے متعلق علماء سے سنا ہے کہ وہ رافضی تھا، تو پھر صاحب تفسیر پر علماء کا بھروسہ کیوں ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ ہیں تو دونوں کا مختصر ترجمہ لکھ کر بھیجیں۔ **جزاکم الله خيراً**
(محمد اسلم قاضی سمبڑیال ضلع سیالکوٹ)

الجواب : ابن جریر الطبری نام کے دو آدمی گزرے ہیں:
(۱) محمد بن جریر رستم الطبری ابوجعفر الآملی: یہ رافضی تھا۔ اس کے حالات کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۴۹۹/۳، ت ۷۳۰۷) وذیل المیزان للعراقی (ص: ۳۰۴ ت ۶۳۷) لسان المیزان (۱۰۳/۵ ت ۷۱۹۱) اور سیر اعلام النبلاء (۲۸۲/۱۴) اہل سنت کے کسی امام نے اسے ثقہ یا صدوق نہیں کہا، عبدالعزیز الکتانی کہتے ہیں کہ یہ رافضی تھا، بعض نے اسے معتزلی (بھی) قرار دیا ہے۔ شیعوں کی درج ذیل کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔
مجمع الرجال للقھبائی (۱۷۳/۵) معجم رجال الحدیث للخوئی (۱۴۷/۱۵ ت ۱۰۳۵۴) رجال النجاشی (ص ۲۶۶ وقال : **جليل من أصحابنا كثير العلم حسن الكلام ، ثقة في الحديث ، له كتاب المستر شد في الإمامة**)
تنقیح المقال ایضاً (۱۳۴/۱ ت ۱۰۴۸۱، وقال : **خاصي ثقة**) اور کتاب الرجال لابن داود الحلی (ص ۱۶۷ ت ۱۳۳۰)
ابن داود الحلی الرافضی نے کہا: " **ثقة في الحديث صاحب كتاب المستر شد في الإمامة............ وهو غير صاحب التاريخ ، ذاك عامی** '' (ص ۱۶۷)

میں (زبیر علی زئی) کہتا ہوں کہ میں نے اس رافضی کی کتاب " الإمامة " پڑھی ہے جو کہ ساری کی ساری، بے اصل اور موضوع روایات سے بھری ہوئی ہے۔

(۲) محمد بن جریر بن یزید، ابو جعفر الطبری: یہ اہل سنت کے بڑے اماموں میں سے تھے، ان کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد للخطیب (۱۶۲/۲ ت ۵۸۹) المنتظم لابن الجوزی (۲۱۵/۱۳ ت ۲۱۹۹) لسان المیزان (۱۰۰/۵ - ۱۰۳ ت ۱۹۰۱۷) میزان الاعتدال (۴۹۸/۳ ت ۷۳۰۶) سیر اعلام النبلاء (۲۶۷/۱۴ ت ۱۷۵) اور طبقات الشافعیہ للسبکی (۱۲۰/۳ - ۱۲۸) وغیرہ۔ علمائے اہل سنت مثلاً ابو سعید بن یونس المصری اور خطیب بغدادی وغیرہما نے اس کی بہت تعریف کی ہے، حافظ ذہبی نے کہا: "**كان ثقة صادقاً حافظاً**" (سیر اعلام النبلاء: ۲۷۰/۱۴) ابن خزیمہ الامام نے کہا: "**وما أعلم على أديم الأرض أعلم من محمد بن جرير ، ولقد ظلمته الحنابلة**" (النبلاء: ۲۷۳/۱۴)

اس ابن جریر الطبری کی چند مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

۱: تفسیر طبری ۲: تاریخ طبری ۳: تہذیب الآثار ۴: صریح السنہ وغیرہ۔ یہ کتابیں بھی اس پر گواہ ہیں کہ ابن جریر سنی تھے۔ ابن جریر الطبری السنی نے کہا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ (صریح السنہ ص ۲۵) ابن جریر الطبری لکھتے ہیں کہ: "**وكذلك نقول فأفضل أصحابه ﷺ الصديق أبو بكر رضى الله عنه ثم الفاروق بعده عمر ثم ذوالنورين عثمان بن عفان ثم أمير المؤمنين وإمام المتقين علي بن أبي طالب رضوان الله عليهم أجمعين**" (صریح السنہ: ۲۴) اور اسی طرح ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ ابن جریر مذکور شیعہ نہیں بلکہ سنی تھے۔ ان کے بارے میں مامقانی رافضی کہتا ہے کہ "**عامي لم يوثق**" (تنقیح المقال: ۱۳۴/۱) یعنی یہ عامی (اہل سنت سے) تھا۔ کسی (رافضی) نے اسے ثقہ نہیں کہا۔

تنبیہ: ابن جریر کے ثقہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تاریخ طبری کی تمام روایات صحیح ہیں، بلکہ ابن جریر سے لے کر اوپر تک ساری سند کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ میں نے تاریخ طبری کی جو تحقیق کی ہے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کتاب کا نوے (۹۰) فیصد حصہ موضوع و باطل ہے جس کی وجہ مجروح راوی ہیں، جن سے طبری نے روایات لے کر اپنی کتاب میں درج کر رکھی ہیں۔

سوال: صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دو مردوں کے سامنے غسل کیا تھا۔ شیعہ اور منکرین حدیث یہ حدیث بیان کر کے صحیح بخاری پر اعتراض کرتے ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ ہمیں اس حدیث کا مفہوم سمجھائیں، جزاکم اللہ خیراً (حافظ اسد علی، خیر باڑہ، غازی ضلع ہری پور)

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:" **حدثنا عبدالله بن محمد قال :حدثني شعبة قال :حدثني أبوبكر بن حفص قال :سمعت أبا سلمة يقول :دخلت أنا وأخو عائشة على عائشة فسألها أخوها عن غسل النبي ﷺ ؟ فدعت بإناء نحو من صاع فاغتسلت وأفاضت على رأسها وبيننا وبينها حجاب** "

(صحیح بخاری: کتاب الغسل باب الغسل بالصاع ونحوہ، ح۲۵۱)

ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن) فرماتے ہیں کہ: میں اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا (رضاعی) بھائی (ہم دونوں) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئے، آپ کے (رضاعی) بھائی نے نبی ﷺ کے (سر کے) غسل کے بارے میں پوچھا (کہ یہ کیسا تھا؟) تو انہوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے صاع (ڈھائی کلو) کے برابر (پانی کا) ایک برتن منگوایا پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا، ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم (۳۲۰/۴۲، دارالسلام: ۷۲۸) نسائی (الصغری: ۱/۱۲۷ح ۲۲۸ والکبری: ۱/۱۱۶ح ۲۳۲) احمد بن حنبل (المسند: ۶/۱۷۱، ۷۲ح ۲۴۹۳۴، ۶/۱۴۳ح ۲۵۶۲۰) ابونعیم الاصبہانی (المستخرج علی صحیح مسلم: ۱/۳۷۰ح ۷۲۰) ابوعوانہ (المسند المستخرج ۱/۲۹۵، ۲۹۶) اور بیہقی (السنن الکبری: ۱/۱۹۵) نے شعبہ (بن الحجاج) کی سند سے مختصراً و مطولاً نحو المعنی بیان کیا ہے۔ اس روایت کے مفہوم میں درج ذیل باتیں اہم ہیں۔

۱: صحابہ کرام کے دور میں اس بات پر شدید اختلاف ہو گیا تھا کہ غسل جنابت کرتے وقت عورت اپنے سر کے بال کھولے گی یا نہیں، اور یہ کہ غسل کے لئے کتنا پانی کافی ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ غسل کرتے وقت اپنے سر کے بال کھول کر غسل کریں۔ اس پر تعجب کرتے ہوئے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" **يا عجباً لابن عمرو هذا يأمر النساء إذا اغتسلن أن ينقضن رؤوسهن ، أفلا يأمرهن أن يحلقن رؤوسهن** " !؟

ابن عمرو پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ غسل کرتے وقت اپنے سر کے بال کھول دیں کیا وہ انہیں یہ حکم نہیں دے دیتے کہ وہ اپنے سر کے بال منڈوا ہی دیں ؟ (صحیح مسلم: ۳۳۱/۵۹، دارالسلام: ۷۴۷)

۲: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پر رد کے لئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عملاً سر پر پانی ڈال کر سمجھایا کہ بال کھولنا ضروری نہیں ہے۔

۳: محدث ابوعوانہ الاسفرائنی (متوفی ۳۱۶ھ) نے اس حدیث پر درج ذیل باب باندھا ہے:" **باب صفة الأواني التي كان يغتسل منها رسول الله ﷺ ، وصفة غسل رأسه من الجنابة ، دون سائر جسده** "

رسول اللہ ﷺ کے غسل والے برتنوں کا بیان، اور غسل جنابت میں، باقی سارے جسم کو چھوڑ کر (صرف) سر دھونے کی صفت کا بیان۔ (صحیح ابوعوانہ: ۱/۲۹۴) محدث کبیر کی اس تبویب سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف سر دھو کر دکھایا تھا، باقی جسم دھو کر نہیں دکھایا تھا۔

۴: صحیح مسلم والی روایت میں آیا ہے کہ: "**فأفرغت علی رأسها ثلاثاً**" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر پر تین دفعہ (بال کھولنے کے بغیر ہی) پانی بہایا تھا۔ (۳۲۰/۴۲) باقی جسم کے غسل کا کوئی ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔

۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آیا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور شاگردوں کے درمیان (موٹا) پردہ (حجاب، ستر) تھا۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ غسل کر رہے تھے، **فاطمة ابنته تستره بثوب**، اور آپ کی بیٹی فاطمہ نے ایک کپڑے کے ذریعے آپ کا پردہ کر رکھا تھا۔

(موطا امام مالک: ۱۵۲/۱ ح ۳۵۶ بتحقیقی، وصحیح البخاری: ۳۵۷ وصحیح مسلم: ۲۳۶/۸۲ بعد ح ۷۱۹)

یہ ظاہر ہے کہ پردے کے پیچھے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ورنہ پھر پردے کا کیا مقصد ہے؟

۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید البصری تھے (ارشاد الساری للقسطلانی: ج ۱ ص ۳۱۷) یا کثیر بن عبید الکوفی تھے (فتح الباری: ۳۶۵/۱) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے (فتح الباری: ۳۶۵/۱) معلوم ہوا کہ یہ دونوں شاگرد، غیر مرد نہیں بلکہ محرم تھے، اسلام میں محرم سے سر، چہرے اور ہاتھوں کا کوئی پردہ نہیں ہے۔

۷: عبدالرحمٰن دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہونے والے یہ دونوں محرم تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے پردہ ڈال کر غسل کیا اور دونوں نے حضرت عائشہؓ کا سر اور اوپر کا بدن دیکھا جو محرم کو دیکھنا درست ہے لیکن جسم کے باقی اعضاء جن کا مستور رکھنا محرم سے بھی ضروری ہے وہ پردہ میں تھے''
(فضل الباری: ج ۲ ص ۴۲۸، از افادات شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

۸: غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں کہ: '' اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے۔ ان میں سے ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن یزید آپ کے رضائی بھائی تھے۔ غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرح صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لئے کافی ہوتا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل دیکھا جس کو دیکھنا محرم کے لئے جائز ہے اور اگر انہوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پانی منگانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ستر کا انتظام، سر اور چہرے کے نچلے حصے کے لئے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لئے جائز نہیں ہے'' (شرح صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۰۱۹، ۱۰۲۹)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں صرف یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ غسل میں، سر کے بال کھولنے کے بغیر ہی سر پر تین دفعہ پانی ڈالنا چاہئے، اس حدیث کا باقی جسم کے غسل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

تذکرۃ الاعیان

حافظ زبیر علی زئی

شیخ الاسلام محبّ اللہ شاہ کی یاد میں

۱: استاذ محترم مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات ان کی لائبریری: مکتبہ راشدیہ میں ہوئی تھی، میرے ساتھ کچھ اور طالب علم بھی تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ انتہائی محبت وشفقت سے اپنی لائبریری کا تعارف فرما رہے تھے۔ محدثین کا قدیم زمانے سے یہ طریقہ رہا ہے کہ باہمی ملاقاتوں میں ایک دوسرے کو احادیث اور اہم حوالے بتاتے رہتے ہیں، آپ بھی مہمانوں کو اہم حوالے اور نایاب کتابیں خود نکال کر پیش کرتے تھے آپ کی نظر کمزور تھی لہذا بعض عبارتوں کو پڑھنے کے لئے آلہ مکبر الحروف استعمال کرتے تھے جس سے حروف موٹے دکھائی دیتے ہیں۔

۲: آپ انتہائی خشوع وخضوع اور سکون واطمینان کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ہمیں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے میں انتہائی سکون واطمینان حاصل ہوتا، گویا یہ سمجھ لیں کہ آپ کی ہر نماز آخری نماز ہوتی تھی، یہی سکون واطمینان ہمیں شیخ العرب والعجم مولانا ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی [1] رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ) کے پیچھے نماز پڑھنے میں حاصل ہوتا تھا۔ شیخنا بدیع الدین رحمہ اللہ آپ کے چھوٹے بھائی تھے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵) کے بارے میں لکھا ہے کہ '' **وکان فرید عصرہ وقیع دھرہ ونسیج وحدہ وإمام وقتہ** ......'' الخ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۴) آپ دونوں بھائی اسی کے مصداق اور یگانہ روزگار تھے۔

۳: شیخنا ابوالقاسم رحمہ اللہ انتہائی تواضع اور سادگی کا نمونہ تھے، کسی حوالے کی اگر ضرورت ہوتی تو شاگردوں کو حکم دینے کی بجائے خود اٹھ کر کتاب نکال لیتے۔

۴: آپ صوم داودی پر عمل پیرا تھے، ایک دن روزہ ہوتا اور ایک دن افطار فرماتے تھے۔

۵: آپ توحید وسنت کی دعوت میں ننگی تلوار تھے، مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک سندھی آدمی نے آپ کو جھک کر سلام

(۱) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: رموزِ راشدیہ مطبوعہ حیدرآباد سندھ

کیا تو آپ نے اس عمل کا سختی سے انکار کیا اور اسے دلائل سے سمجھایا کہ جھک کر سلام کرنے کی بجائے سیدھے کھڑے ہوکر سلام کرنا چاہئے، جبکہ آج کل بہت سے لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ انہیں جھک کر ملیں، بلکہ بعض مریدین غلو کرتے ہوئے اپنے پیر کو ملنے کے لئے رکوع سے لیکر سجدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اہلِ علم پر یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں پر انکار کریں اور انہیں سمجھائیں کہ تعظیم میں اس طرح کا غلو، اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

۶: احادیث صحیحہ میں تصاویر کی شدید مذمت وارد ہے، بلکہ بعض صحیح احادیث میں مصوروں پر لعنت بھیجی گئی ہے، ان احادیث کی وجہ سے شیخ محترم کو تصاویر سے از حد نفرت تھی، آپ کے مکتبہ میں میرے علم کے مطابق جتنی کتابیں تھیں ان کی تصاویر مٹادی گئی تھیں، حتیٰ کہ تازہ اخبار کی تصاویر کو مٹا کر ہی آپ کے مکتبہ میں لایا جاتا تھا، آپ کا یہی حکم تھا۔

۷: امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے عذاب قبر کے مسئلے پر ایک کتاب '' **اثبات عذاب القبر** '' لکھی ہے جس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے شیخ امام فقیہ محدث مفسر بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، راقم الحروف نے اس خطی نسخے کی تحقیق وتخریج احادیث کی تھی، مجھے جب بعض راویوں کے حالات نہ ملتے تو شیخ محترم محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرتا، آپ اپنے بے مثال حافظے سے ان راویوں کے حالات کتابوں سے نکال کر مجھے بتا دیتے تھے، اس کتاب کا مقدمہ آپ نے لکھا ہے، فرماتے ہیں :

'' تقدمة لكتاب '' اثبات عذاب القبر '' للامام البيهقي رحمه الله ، الحمد لله الذى يثبت الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة ويؤمنهم من هول المطلع ما يونسهم في وحشة القبر ويلقنهم محجة الإيمان عند السؤال ويسبغ عليهم نعمه الباطنة والظاهرة ....

أما بعد :فإن تنعم القبور أوتالمه وثوابه وعذابه قد ثبت من الكتاب والسنة وأجمع عليه المسلمون من لدن عهد الصحابة رضى الله عنهم إلى يومنا هذا ''

یعنی عقیدہ عذاب قبر، قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ آپ نے لکھا :

'' ولعل الله سبحانه وتعالىٰ قدر أن يبرز هذا السفر الجليل على يد حبي في الله وأخي في الإسلام فضيلة الشيخ زبير علي زئي المقيم في بلدة حضرو من مضافات أتك من باكستان وقد وجد فضيلة الشيخ النسخة الخطية لهذا الكتاب في مكتبة الشيخ السيد بديع الدين شاه الراشدي ...... وأنا أحقر العباد محب الله شاه الراشدي عفا الله عنه'' (ط ـ جـ)

جب میں ریاض سعودی عرب میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کی توفیق عطا فرمائی، اب یہ کتاب مراجعت

کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے۔ یسر الله لنا طبعه

شیخ حمدی عبدالمجید السّلفی کئی کتابوں کے محقق ومخرج ہیں، ان کی محققہ کتابوں میں ''المعجم الکبیر للطبرانی'' بہت مشہور ہے وہ اس کتاب میں ہمارے شیخ رحمہ اللہ سے بہت استفادہ کرتے ہیں مثلاً المعجم الکبیر (ج ا ص ۲۰۹) کے حاشیے پر ایک راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:'' فهو مجهول على قاعدته كما قال شيخنا محب الله شاه ''

۸: سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے اور آپ ہاتھ چھوڑنے: ارسال الیدین کے قائل تھے ان دنوں میں راقم الحروف کی تحقیق بھی ہاتھ باندھنے (وضع الیدین) کی تھی، اس کے باوجود آپ نے اپنی کتاب ''نيل الأماني وحصول الآمال '' بھیجی تا کہ میں اس پر تبصرہ لکھوں، تاہم بعض وجوہ کی رو سے یہ تبصرہ نہ لکھا جا سکا، بعد میں راقم الحروف کی تحقیق بدل گئی اور اب میں رکوع میں ہاتھ چھوڑنے کو راجح سمجھتا ہوں اور اسی پر عمل ہے۔ سنن ابی داود (کتاب الصلوۃ، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ ح ۷۵۴) والسنن الکبری للبیہقی (۳۰/۲) میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

'' صف القدمين ووضع اليد على اليد :من السنة '' (شرح سنن ابی داود للعینی ج ۳ ص ۳۵۳ و ۳۵۴)

(قیام میں) قدموں کو صف بنانا (یعنی برابر کرنا) اور ہاتھ کا ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

اس روایت کی سند حسن ہے اسے ضیاء مقدسی (متوفی ۶۴۳ھ) نے المختارہ (ج ۹ ص ۳۰۱ ح ۲۵۷) پر ذکر کیا ہے۔ اس کا ایک راوی زرعۃ ہے، اس سے دو ثقہ روایت کرتے ہیں، ابن حبان (الثقات: ۲۶۸/۴) ذھبی (الکاشف ۲۵۱/۱) اور ضیا مقدسی (بتصحیح حدیثہ) اس کی توثیق کرتے ہیں لہذا وہ حسن الحدیث سے کم درجے کا راوی نہیں، اس دور کے مشہور محقق امام شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بغیر کسی قوی دلیل کے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(دیکھئے ضعیف سنن ابی داود ص ۷۴)

مصنف ابن ابی شیبہ (ج ا ص ۳۹۱ ح ۳۹۵۰) وطبقات المحدثین باصبہان لابی الشیخ الاصبہانی (۲۰۰/۱، ۲۰۱، ترجمۃ عبداللہ بن الزبیر بن العوام) میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز میں کھڑے ہوتے تو ارسالِ یدین کرتے، ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ اس قیام کو رکوع کے بعد پر محمول کیا جائے ورنہ صحابی کے قول و عمل میں تعارض ہو جاتا ہے، واللہ اعلم

۹: مدلسین کے بارے میں راقم الحروف کی یہ تحقیق ہے کہ جس راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مدلس ہے اس کی غیر صحیحین میں عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے الا یہ کہ دوسری سند میں سماع کی تصریح، متابعت یا شاہد (موید روایت) ثابت ہو جائے۔ اس اصول کی رو سے میرے نزدیک وہ حدیث ضعیف ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے، اس پر میرا ایک مضمون الاعتصام رسالے میں چھپا تھا جس کا استاذ محترم نے

''تسكين القلب المشوش با عطاء التحقيق في تدليس الثوري والأعمش ''کے نام سے چہتر (۷۴)صفحات میں جواب لکھا جو ''الاعتصام لاہور ''میں کئی قسطوں میں چھپا تھا جس کا جواب الجواب راقم الحروف نے شیخ صاحب کی زندگی میں ہی انہیں بھیج دیا تھا مگر اس لئے شائع نہ کروایا کہ میں نے اپنا مؤقف تدلیس کے بارے میں واضح کر دیا ہے، میرا رسالہ " التأسيس في مسألة التدليس '' ماہنامہ محدث لاہور، شعبان ۱۴۱٦ بمطابق جنوری ۱۹۹٦ء جلد نمبر ۲۷ عدد نمبر ۴ ص ۹ تا ۳۹ میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اسے ان شاء اللہ ''الحدیث'' میں بھی شائع کیا جائے گا۔

۱۰: راقم الحروف کو علم اسماء الرجال سے والہانہ لگاؤ ہے، اس سلسلے میں ''انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل'' نامی کتاب لکھ رہا ہوں جو کہ معاصر علماء وغیرہم کی جرح وتعدیل پر ہے، میں نے بہت سے شیوخ سے جرح وتعدیل کے سوالات کئے تھے جن میں مولانا محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ بر سرعنوان ہیں، آپ اسماء الرجال کے بہت ماہر اور عدل و انصاف سے کلام کرنے والے تھے، چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ رحمہ اللہ: آپ نے ان کے بارے میں فرمایا: " عالم محقق ثقة أمين ''

الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا:'' محقق لا يشك في كونه ثقة " یعنی وہ محقق ہیں، ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا: '' شيخنا ثقة من الثقات أستاذ ، مثله قليل في هذا الــزمـــان ''شیخنا عطاء اللہ بھوجیانی صاحب التعلیقات السلفیہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے الشیخ الصالح عاصم بن عبداللہ القریوتی کی کتاب ''كوكبة من أئمة الهدى ومصابيح الدجى ''(ص ۳۹-٦۱)

كوكبة من أئمة الهدى ومصابيح الدجى مجھے شیخ عاصم نے بطورِ مناولہ دی ہے، اس پر شیخ عاصم القریوتی نے لکھا ہے کہ :'' بسم الله الرحمٰن الرحيم ، هدية رمزاً للمحبة إلى أخي في الله الشيخ المحقق زبير علي زئي وفقنا الله وإياه لكل خير ورزقنا وإياه الإخلاص في القول والعمل ، كتبه عاصم بن عبدالله القريوتي ۶ ذي القعدة ۱۴۱۵ھ ''

شیخنا بدیع الدین الراشدی: آپ نے فرمایا: ''هو ثقة ''

زاهد الکوثری: آپ نے فرمایا: " متعصب ، من الحنفية " اس طرح کے دوسرے اقوال میری کتاب ''انوار السبیل '' میں درج ہیں۔ مدینہ کے جلیل القدر سلفی شیخ عبدالاول بن حماد الانصاری نے اپنے والد شیخ امام حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۸ھ) کے حالات پر تقریباً آٹھ سو نوے (۸۹۰) صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں ایک کتاب ''المجموع'' لکھی ہے اس کتاب میں شیخ عبدالاول نے معاصرین کے بارے میں شیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ کے وہ اقوال جمع کر دیئے ہیں جن میں انہوں نے بعض معاصرین پر جرح یا ان کی تعدیل کر رکھی ہے۔

(قال الوالد قوله في الذين عاصرهم/ المجموع ج ص)

۱۱: بعض تکفیری حضرات نے جماعت المسلمین کے نام سے ایک جماعت بنائی۔ ابوایوب ممدوح بن فتحی نورالبرقوی اور ابوعثمان مازن الفلسطینی اس کے سرکردہ ومحرک تھے انہوں نے ابو ہمام عرف ابوعبداللہ محمد بن احمد بن خلیفہ کو خلیفہ و امیر المؤمنین بنالیا، ان لوگوں کی تردید میں استاذ محترم نے مجھے بارہ (۱۲) صفحوں کا ایک خط لکھا تھا جس میں فرماتے ہیں:

'' میرے ناقص خیال میں پہلا فتنہ اس قسم کا جماعت المسلمین والوں نے پھیلایا اب دوسرے فتنہ کا آغاز ان حضرات نے کیا ہے، ان کا مقرر کردہ امیر المؤمنین یقینی طور پر ہاشمی ہو یا نہ ہو لیکن جہاں تک کتاب وسنت کا تھوڑا سا علم اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو عطا فرمایا ہے اس کی روشنی میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کا طریقہ کار اور سارا معاملہ غلط ہے'' (ص۱) یہ خط ۲۰/۵/۱۴۱۴ا بمطابق ۶/۱۱/۱۹۹۳م کا لکھا ہوا ہے اور آخر میں " **والسلام أحقر العباد أخوكم أبو القاسم محب الله شاه عفاء الله عنه** '' درج ہے۔

''الحدیث'' حضرو کے سابقہ شمارے (۱/۱، جون ۲۰۰۴ء) میں یہ خط مکمل شائع ہو چکا ہے، والحمدللہ

جماعت المسلمین سے مراد یہاں مسعود احمد بی ایس سی تکفیری کی جماعت المسلمین ہے جس کی پہلی بنیاد ۱۳۸۵ھ اور دوسری بنیاد ۱۳۹۵ھ میں رکھی گئی تھی، راقم الحروف نے ان تکفیریوں کے رد میں کئی رسائل لکھے ہیں جن میں گیارہ (۱۱) صفحات کا رسالہ ''فرقہ مسعودیہ اور اہل حدیث '' جناب ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی مشہور کتاب ''الفرقۃ الجدیدہ '' کے شروع میں بطور مقدمہ چھپا تھا۔

ایک دفعہ حضرو کے چند ساتھی، جناب نثار احمد صاحب، جناب حافظ محمد فردوس اور جناب سعید احمد ولد تسلیم خان صاحب وغیرہم مسعود احمد بی ایس سی صاحب کی بنائی ہوئی ''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' میں شامل ہو گئے تھے، ان کے امیر جناب نثار احمد صاحب تھے۔ ان ساتھیوں نے مسعود احمد بی ایس سی سے میری ملاقات بسلسلہ سوالات کا پروگرام بنایا۔ ان دنوں سعید احمد صاحب نے جذبات میں آ کر مسعود احمد کو میرے خلاف ایک خط لکھا تھا جو کہ تکفیریوں کے رسالے ''المسلم '' سلسلہ اشاعت: ۱۰، رمضان ۱۴۱۶ھ میں ''نا قابل فراموش '' کے عنوان سے تین صفحوں پر شائع ہوا۔ ہم اسلام آباد میں مسعود صاحب کے بیٹے سلیمان کے گھر پہنچ گئے، گھر پر ٹیلی ویژن (T.V) کا انٹینا لگا ہوا تھا، اور سلیمان صاحب نے کالا خضاب لگا رکھا تھا۔ مجلس میں انجینئر عبدالقدوس سلفی صاحب بھی تھے، مسعود صاحب سے تدلیس کے مسئلہ پر بات ہوئی تو وہ لاجواب ہو گئے اس کے بعد حضرو کے تمام ساتھیوں نے بیعت توڑ دی تھی۔ سعید احمد خان نے ۱۳ مئی ۱۹۹۶ء کو مسعود احمد صاحب اور ان کے فرقہ مسعودیہ کے نام خط لکھا ''میں سعید احمد آف حضرو حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے آپ کو اپنے بھائی جناب زبیر علی زئی کے بارے میں جو خط لکھا تھا وہ میری غلط فہمی پر مبنی تھا، اللہ تعالیٰ میری یہ لغزش معاف فرمائے ...... میں اہل حدیث ہوں اور اہل حدیث جماعت کو اہل حق سمجھتا ہوں ...... اب حضرو میں فرقہ مسعودیہ کا

کوئی وجود نہیں ہے.....سعید احمد ولد تسلیم خان محلّہ عظیم خان حضرو ضلع اٹک ''

نثار صاحب نے لکھا کہ ''میں نثار احمد حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں اور میرے اور ساتھی سعید احمد صاحب اور حافظ محمد فردوس صاحب غلط فہمی کی بناء پر آپکی رجسٹرڈ جماعت میں شامل ہو گئے تھے، جب دیکھا کہ آپ کی جماعت عام مسلمانوں کی تکفیر کرتی ہے تو آپ سے متنفر ہو کر میں نے بیعت توڑ دی اور ہم تینوں ساتھی آپ کی رجسٹرڈ جماعت سے نکل گئے اب الحمدللہ ہم (مسلمین) مسلمان بھی ہیں اور اہل سنت اور اہل حدیث بھی اور تمام اہل حق سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ کتاب وسنت پر فرمائے۔بقلم خود نثار احمد سابقہ امیر جماعت المسلمین رجسٹرڈ حضرو'' (۱۹۹۶-۵-۱۷)

حافظ فردوس صاحب نے لکھا کہ:''میں حافظ فردوس اعلان کرتا ہوں کہ ہم تین ساتھی ''جماعت المسلمین ''مسعود احمد صاحب کی جماعت میں شامل ہوگئے تھے ،تقریباً دوتین ماہ بعد جب ہمیں معلوم ہوا کہ مسعود صاحب اور انکی جماعت،مسلمین کی تکفیر کرتی ہے جس کے ہم گواہ ہیں تو ہم نے اس جماعت کو چھوڑ دیا۔حافظ محمد فردوس'' (۱۹۹۶-۴-۱۳)

سعید صاحب کے مراسلے کا کچھ حصہ بعد میں ''المسلم ''میں ''ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا ''کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔(یہ خط وکتابت ہمارے پاس موجود ہے)

راقم الحروف نے جماعت المسلمین کے سرکاری مبلغ عبداللطیف التکفیری کے مراسلے کا جواب **" القنابل الذرية في ابطال أصول الفرقة المسعودية "** کے نام سے سولہ(۱۶) صفحات پر لکھا تھا، جسے ان شاءاللہ'' الحدیث ''میں شائع کیا جائے گا۔

۱۲: ہمارے جلیل القدر شیخ مولانا الامام فیض الرحمٰن ابوالفضل الثوری رحمہ اللہ(متوفی ۱۴۱۷ھ) بہت بڑے محقق اور عظیم محدث تھے ،ابن الترکمانی کی ''الجوہر النقی '' کا انہوں نے نہایت بہترین رد لکھا ، وہ شیخ محبّ اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے تھے: ''عالم کبیر ''

میں کہتا ہوں کہ دونوں بہت بڑے عالم اور اعلیٰ درجے کے ثقہ متقی اور زاہد تھے رحمہما اللہ

۱۳: استاد محترم سے جب میں نے آخری الوداعی ملاقات کی تو راقم الحروف سے فرطِ محبت کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میں بھی فرطِ غم کی وجہ سے رو رہا تھا۔

آ ھا گر با ز بینم ر و ئے (شیخ) را   تا قیامت شکر بگویم کردگار خویش را

۱۴: شیخ صاحب نے مجھے جو سندِ حدیث عنائیت فرمائی تھی اس کا عکس اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں(ص)

۱۵: ﴿عربی تصانیف﴾

(ا) التعليق النجيح على جامع الصحيح   (ط) تراجم الرواة لكتاب القراءة خلف الامام

(ب) كشف اللثام عن تراجم الرواة الاعلام   (ی) طريق السداد وفصل المقال في تراجم الرجال الثقات النبال

(ج) ثقات الرجال الملتقطة من تاريخ جرجان   (ج) عون الله القدوس السلام

(د) تحصيل المعلاة ببيان حكم الجهر بالبسملة في الصلوة

(ه) الهام الرحيم الودود وتنقيد فتح المعبود   (ع) تعليق المحب الحسيني على التقريب للحافظ العسقلاني

- التعليقات على صحيح ابن حبان
- ازالة الاكنة عن بعض المواضع في تمام المنة في التعليق على فقه السنة

﴿اردو تصانیف﴾

(١) حياز الصلوة من بيان أدعية الصلوة (٢) صدق المقال وسداد الاتجاه فى بيان سوانح حيات محب الله
(٣) سوانح حيات سيد إحسان الله شاه الراشدى (٤) السعى الأثيت في تحقيق التلقب باهل الحديث
(٥) الصواعق المرسلة (٦) تنبيه الفطن الدارى
(٧) المنهج السوى في الملا حظات على تفسير الغزنوى
(٨) الرد على الرسالة لنور الله شاه الراشدى (٩) تاييد عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال
(١٠) نيل الاماني وحصول الآمال (١١) ازالة نقاب التزوير عن من وجه مسئلة التصوير
(١٢) جودة التنقيح في مسئلة ركعات التراويح
(١٣) التحقيق المستحلى في ثبوت الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم
(١٤) القطوف الدانية في أجوبة السؤالات الثمانية
(١٥) گزارشات ہماری برجواب انسانی اعضاء کی پیوندکاری
(١٦) انعام ذى الجلال والاكرام
(١٧) حقیقت پسندانہ مشغلہ برائے جائزہ قبلہ رخ پاؤں کرنے کا مسئلہ
(١٨) امام محمد بن عبدالوھاب: ایک مجدد (١٩) البرهان القاطع
(٢٠) اتحاف السادة الكرام (٢١) احضار اللمعة لتحقيق الاذان العثمانى يوم الجمعة
(٢٢) خطبه صدارت كانفرنس لاهور (٢٣) ايضاح المرام واستيفاء الكلام
(٢٤) تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق في تدليس الثوري و الأعمش
(٢٥) داڑھی کتنی رکھنی چاہئے (٢٦) گزارش بندہ حقیر پر تقصیر، مخلصانہ نصیحت
(٢٧) الرد التحقیق علی کتاب پیغام خدا

﴿سندھی تصانیف﴾

(١) المنهج الاقوم في تفسير سورةمريم (٢) فتاوى راشديه
(٣) بذل اقصىٰ الوسع في اجوبة ، السؤلات التسع
(٤) سفرنامه استنبول (٥) سفر نامه حجاز
(٦) سفر نامه حجاز و يور سكتة (٧) سفر نامه اسلام آباد كانفرنس ، اهل فكر و دانش
(٨) القواطع الرحمانية (رد قاديانيت) (٩) التنقيدالسنى على فلتات المولوى عبدالغنى
(١٠) اظهار الغواية الواقعة في كتاب پيغام هدايت
(١١) التحقيق الجليل في ان الارسال بعد من حيث الدليل
(١٢) انيس الفراغ في بيان حقائق علوم البلاغ (١٣) عون اولى الحميد في رد على عبدالوحيد
(١٤) الله سبحانه وتعالىٰ جو احسان سندس منت براء جائزه
(١٥) البيان الانبل في شرح المفصل (١٦) شعر وشاعرى
(١٧) افصح التبيان واوضح البرهان (١٨) ملاحظات بركتات مقام مصطفىٰ

١٦: آپ کے چند فقہی مسائل اور اجتہادات درج ذیل ہیں:

آپ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے قائل تھے اس موضوع پر آپ نے کافی رسالے اور کتابیں لکھی ہیں۔
آپ تشہد اول میں درود ابراہیمی پڑھنے کے قائل تھے۔ آپ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، آپ کی یہ تحقیق تھی کہ ہمیشہ بیٹھ کر ہی جوتے پہننے چاہئیں، ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ حافظ صاحب پاکستان کے کبار علماء میں سے ہیں۔ محبّ اللہ شاہ صاحب فرض نماز کے بعد کبھی کبھار، التزام ولزوم کے بغیر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے بھی قائل تھے ، اس مسئلہ پر آپ کا ایک رسالہ مطبوع ہے۔
میری تحقیق میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ نا راجح اور ہاتھ باندھنا جائز ہے، تشہد اول میں درود پڑھنا مستحب و افضل ہے۔ نماز سر ڈھانپ کر پڑھنا افضل ہے۔ چاہے کھڑے ہو کر جوتے پہنیں یا بیٹھ کر، دونوں طرح جائز ہے، فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا صریح ثبوت نہیں ہے، اگر التزام ولزوم نہ ہو تو بعض اوقات یہ دعا جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ انفرادی اور مسنون دعا مانگی جائے۔

۱۷: اگر مجھے رکن ومقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے شیخنا محبّ اللہ شاہ سے زیادہ نیک، زاہد اور افضل، اور شیخ بدیع الدین شاہ سے زیادہ عالم وفقیہ انسان کوئی نہیں دیکھا رحمہا اللہ۔ آپ ۹ شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو فوت ہوئے

رحمه الله رحمة واسعة ، وكان ثقة إماماً متقناً ، صاحب سنة والورع ، ما رأيت مثله ،

(۲۳-اپریل ۲۰۰۳ء)

اصول دین ☆

حافظ زبیر علی زئی

مترجم

☆☆

[أخبرنا أبو زيد الشامي() قراء ة عليه ، قال : أخبرنا الشيخ أبو طالب() عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن يوسف قراء ة عليه وهو يسمع وأنا أسمع فأقربه ، قال أخبرنا الشيخ أبو إسحاق() إبراهيم بن عمربن أحمد البرمكي رحمه الله ، قال :]حدثنا أبو الحسن علي() بن عبدالعزيز [بن مردك بن أحمد البرذعي] ، قال : أخبرنا أبو محمد عبدالرحمٰن بن أبي حاتم() [أسعده الله ورضي الله عنه] قال : سألت أبي() (ﷺ) وأبا زرعة() رضي الله عنهما عن مذاهب أهل [السنة] في أصول الدين ، وما أدركا عليه العلماء في جميع الأمصار وما يعتقدان (ﷺ) من ذلك ، فقالا :أدركنا العلماء في جميع الأمصار حجازاً وعراقاً ومصراً وشاماً ويمناً ، فكان من مذهبهم

امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: میں نے اپنے والد (ابوحاتم الرازی) اورابوزرعہ (الرازی) رحمہما اللہ سے اصول دین میں مذاہب اہل سنت کے بارے میں پوچھا اور (یہ کہ) انہوں نے تمام شہروں میں علماء کو کس (عقیدے) پر پایا ہے اورآپ دونوں کا کیا عقیدہ ہے؟ توانہوں نے جواب دیا: ہم نے حجاز، عراق، مصر شام اوریمن کے تمام شہروں میں علماء کواس (درج ذیل) مذہب پر پایا کہ:

أن الإيمان قول وعمل ، يزيد و ينقص

بے شک ایمان قول وعمل (کا نام) ہے (اور یہ کہ) زیادہ ہوتا ہے اورکم (بھی) ہوتا ہے۔

: والقرآن كلام الله غير مخلوق بجميع جهاته قرآن ہرلحاظ سے اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔

والقدر خيره وشره من الله [عزوجل] اچھی اور بری تقدیر، اللہ کی طرف سے ہے۔

: وخير هذه الأمة بعد نبيها أبوبكر الصديق ، ثم عمر بن (ﷺ) الخطاب ، ثم عثمان بن عفان ، ثم علي بن أبي طالب رضي الله عنهم ، وهم الخلفاء الراشدون المهديون ـ

....

☆ امام ابومحمد عبدالرحمٰن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ کی '' کتاب اصل السنۃ واعتقاد الدین '' سے اردو ترجمہ ☆☆عربی متن اس نسخے کا ہے جسے ''الدارالسلفیۃ، بومبائی، الھند'' نے شیخ محمد عزیز شمس کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔(۱) السمعانی نے کہا: شيخ صالح خير كثيرالعبادة / توفی ٥٥٤ ھ

(سیراعلام النبلاء ج۲۰ص۳۴۱) (۲) الثقة العالم المسند/ توفی ٥١٦ ھ (النبلاء ج۱۹ص۳۸۶) (۳) وکان صدوقاً دیناً/ توفی ٤٤٥ ھ (تاریخ بغداد ج۶ص۱۳۹، النبلاء ج۱۷ص۶۰۵، ۶۰۷) (۴) وکان ثقة توفی ۴۱۸ھ (تاریخ بغداد ج۱۲ص۳۰) (۵) قال ابو الولید الباجی : ثقة حافظ/ توفی ۴۱۸ھ (النبلاء ج۱۳ص۲۶۷) (۶) ابوحاتم الرازی : أحد الأئمة الحفاظ الأثبات / توفی ۲۷۷ھ (تاریخ بغداد ج۲ص۷۳، النبلاء ج۱۳ص۲۴۷، ۲۶۲) (۷) امام حافظ ثقة مشهور/ توفی ٢٦٤ھ (التقریب:۴۳۱۶)

نبی (ﷺ) کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر بن الخطاب، پھر عثمان بن عفان، پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم اور یہی خلفاء راشدین مہدیین ہیں۔

۳: **وأن العشرة الذين سماهم رسول الله صلی الله علیه [وسلم] وشهد لهم بالجنة علی ما شهد به، وقوله الحق**

عشرہ (مبشرہ) جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے وہ (ہمارے نزدیک) جنتی ہیں اور آپ (ﷺ) کی بات حق ہے۔

ج: **والترحم علی جمیع أصحاب محمد صلی الله علیه [وعلی آله] والکف عما شجر بینهم**

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کے بارے میں رحمت (اور رضی اللہ عنھم) کی دعا مانگنی چاہئے اور ان کے درمیان جو اختلافات تھے ان کے بارے میں سکوت کرنا چاہئے۔

۵: **وأن الله عزوجل علی عرشه بائن من خلقه، کما وصف نفسه في کتابه وعلی لسان رسوله[ﷺ] بلا کیف، / (ب۴) أحاط بکل شيءٍ علماً، لیس کمثله شيء وهو السمیع البصیر**

اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر (بغیر سوال کیفیت مستوی) ہے، اپنی مخلوق سے (بلحاظ ذات) جدا ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اور رسول اللہ ﷺ کی زبان (مبارک) پر بیان فرمایا ہے۔ اس نے ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

۶: **والله تبارك وتعالیٰ یری في الآخرة ویراه أهل الجنة بأبصارهم / (۴۶) کلامه کیف شاء وکما شاء۔**

اللہ تعالیٰ آخرت میں نظر آئے گا، جنتی لوگ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے (اسی کا) کلام ہے جیسے چاہے اور جب چاہے۔

ع: **والجنة [حق] والنار حق، وهما مخلوقتان [لا یفنیان أبدا] :فالجنة ثواب لأولیائه، والنار عقاب لأهل معصیته إلا من رحم**

جنت حق ہے، جہنم حق ہے، اور یہ دونوں مخلوق ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی، اللہ کے دوستوں کے لئے جنت کا بدلہ ہے، اور اس کے نافرمانوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے سوائے ان کے جن پر وہ (اللہ) رحم فرمائے۔

۸: **والصراط حق** (پل) صراط حق ہے۔

۹: **والمیزان [الذي] له کفتان یوزن فیه أعمال العباد حسنها وسیئها حق**

میزان (ترازو) کے دو پلڑے ہیں جن میں بندوں کے اچھے اور برے اعمال تولے جائیں گے۔

۱۰: **والحوض المکرم به نبینا صلی الله علیه [وسلم وعلی آله] حق/ (ب۴۸) والشفاعة حق۔**

نبی ﷺ کا حوض کوثر حق ہے، اور شفاعت حق ہے۔

ؔ وأن ناساً من أهل التوحيد يخرجون من النار بالشفاعة حق

اہل توحید (مسلمانوں) میں سے (بعض) لوگوں کا (آپ ﷺ کی) شفاعت کے ذریعے (جہنم کی) آگ سے نکلنا حق ہے۔

وعذاب القبر حق — عذابِ قبر حق ہے۔

ومنكر ونكير [حق] — منکر ونکیر (قبر میں سوال وجواب والے فرشتے) حق ہیں۔

والكرام الكاتبون حق — کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) حق ہیں۔

والبعث من بعد الموت حق — موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔

وأهل الكبار في مشيئة الله عزوجل ، لا نكفر ، أهل القبلة بذنوبهم ، ونكل سرائرهم الى الله عزوجل

کبیرہ گناہ کرنے والوں کا معاملہ اللہ کی مشیت (اور ارادے) پر ہے (چاہے تو عذاب دے چاہے تو بخش دے) ہم اہل قبلہ (مسلمانوں) کے گناہوں کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کرتے، ہم ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

ونقيم فرض الجهاد والحج مع أئمة المسلمين في كل دهر وزمان

ہر زمانے (اور علاقے) میں ہم مسلمان حکمرانوں کے ساتھ جہاد اور حج کی فرضیت پر عمل پیرا ہیں۔

: ولا نرى الخروج على الأئمة ولا القتال في الفتنة

ہم (مسلمان) حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے قائل نہیں ہیں اور نہ فتنے (کے دور) میں (ایک دوسرے سے) قتال کے قائل ہیں۔

: ونسمع ونطيع لمن ولاه [الله أمرنا] (ب) ولا ننزع يداً من طاعة

اللہ نے جسے ہمارا حاکم بنایا ہے، ہم اس کی سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں اور اطاعت سے اپنا ہاتھ نہیں نکالتے۔

: ونتبع السنة والجماعة ، ونجتنب الشذوذ والخلاف والفرقة

ہم (اہل) سنت والجماعت (کے اجماع) کی پیروی کرتے ہیں اور شذوذ، اختلاف اور فرقہ بازی سے اجتناب کرتے ہیں۔

: وأن الجهاد ماضٍ منذ بعث (أ) الله [عزوجل] نبيه صلى الله عليه [وسلم] إلى قيام الساعة مع أولي الأمر من أئمة المسلمين ، لا يبطله شيء

جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو (نبی ورسول بنا کر) مبعوث فرمایا ہے، مسلمان حکمرانوں کے ساتھ مل کر (کافروں کے خلاف) جہاد جاری رہے گا۔ اسے کوئی چیز باطل نہیں کرے گی (یعنی جہاد ہمیشہ جاری رہے گا)

: والحج كذلك — اور یہی معاملہ حج کا (بھی) ہے۔

: ودفع الصدقات من السوائم إلى أولي الأمر من [أئمة] المسلمين

مسلمان حکمرانوں کے پاس جانوروں (اور دیگر اموال) کے صدقات (زکوۃ، عشر) جمع کرائے جائیں گے۔

: والناس مؤمنون في أحكامهم ومواريثهم ، ولا يدرى ما هم عند الله [عزوجل] فمن قال :إنه

مؤمن حقاً فهو مبتدع ومن قال:هو مؤمن عندالله فهو من (بٹ) الكاذبين ومن قال : إني مؤمن بالله فهو مصيب

لوگ اپنے احکام اور وراثت میں مومن ہیں، اور اللہ کے ہاں ان کا کیا مقام ہے معلوم نہیں، جو شخص اپنے بارے میں کہتا ہے کہ وہ یقیناً مومن ہے تو وہ شخص بدعتی ہے، اور جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے ہاں (بھی) مومن ہے تو ایسا شخص جھوٹوں میں سے ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ: میں اللہ کے ساتھ مومن (یعنی اللہ پر ایمان رکھتا) ہوں تو یہ شخص (صحیح اور) مصیب ہے۔

: والمرجئة مبتدعة ضلال — مرجئہ بدعتی گمراہ ہیں۔

: والقدرية مبتدعة ضلال ، ومن أنكر منهم أن الله [عزوجل] يعلم ما يكون قبل أن يكون فهو كافر

قدریہ (تقدیر کا انکار کرنے والے) بدعتی گمراہ ہیں اور ان میں سے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ، کسی کام کے ہونے سے پہلے اس کا علم نہیں رکھتا تو ایسا شخص کافر ہے۔

: وأن الجهمية كفار — جہمیہ کفار ہیں۔

و[أن] الرافضة رفضوا الاسلام — رافضیوں نے اسلام چھوڑ دیا ہے۔

والخوارج مراق — خوارج (دین سے) نکلے ہوئے ہیں۔

ومن زعم أن القرآن مخلوق فهو كافر [بالله العظيم] كفراً ينقل عن الملة ومن شك في كفره ممن يفهم فهو كافر

جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے تو وہ کافر ہے، ملت (اسلامیہ) سے خارج ہے۔ اور جو شخص سوجھ بوجھ (اور اقامت حجت) کے باوجود اس شخص کے کفر میں شک کرے تو وہ (بھی) کافر ہے۔

ومن شك في كلام الله [عزوجل] فوقف (بٹ) شاكاً فيه يقول لا أدري مخلوق أو غير مخلوق فهو جهمي

جو شخص اللہ کے کلام کے بارے میں شک کرتے ہوئے توقف کرے اور کہے کہ: مجھے پتہ نہیں کہ (قرآن) مخلوق ہے یا غیر مخلوق تو ایسا شخص جہمی ہے۔

ومن وقف في القرآن جاهلاً علم وبدع ولم يكفر

جو جاہل شخص قرآن کے بارے میں توقف کرے تو اسے سمجھایا جائے گا۔

ومن قال (بٹ) لفظي بالقرآن مخلوق ، أو القرآن بلفظي مخلوق فهو جهمي

[قال الشيخ أبو طالب :قال إبراهيم بن عمر :قال علي بن عبدالعزيز] قال أبو محمد :وسمعت أبي رضي الله عنه يقول :

جو شخص لفظی بالقرآن (میرے الفاظ جن سے میں قرآن پڑھتا ہوں) یا القرآن بلفظی (قرآن میرے الفاظ کے ساتھ) مخلوق کہے تو وہ جہمی (گمراہ) ہے۔

لاج: علامة أهل البدع :الوقيعة في أهل الأثر

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: اہل بدعت کی یہ علامت ہے کہ وہ اہل اثر (اہل حدیث) پر حملہ کرتے ہیں۔

لاد: وعلامة الزنادقة :تسميتهم أهل/ الأثر حشوية ، يريدون إبطال الآثار

زنادقہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو حشویہ (ظاہر پرست فرقہ) کہتے ہیں، ان کا اس سے مقصد احادیث کا انکار ہوتا ہے۔

لاھ: وعلامة الجهمية :تسميتهم أهل السنة مشبهة

جہمیہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مشبہہ (۱) کہتے ہیں۔

لاو: وعلامة القدرية :تسميتهم أهل السنة مجبرة

قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مجبرہ (۲) کہتے ہیں۔

لاز: وعلامة المرجئة :تسميتهم أهل السنة مخالفة ونقصانية

مرجئہ کی (ایک) علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مخالفہ اور نقصانیہ کہتے ہیں۔

لاط: وعلامة الرافضة ، تسميتهم أهل السنة ثانية

رافضہ کی یہ علامت ہے کہ وہ اہل سنت کو ثانیہ (نابتہ، ناصبیہ) کہتے ہیں۔

م: [وظل هذا أمر عصبات معصيات] ، ولا يلحق أهل السنة إلا اسم واحد ويستحيل أن يجمعهم هذه الأسامي

ان تمام (برے ناموں) کی بنیاد (بدعات پر) تعصب اور معصیت ہے، اہل سنت کا ایک ہی نام ہے۔ اور یہ محال ہے کہ ان کے بہت سے (خودساختہ) نام اکٹھے ہو جائیں۔

لالا: حدثنا أبو محمد ، قال :[و] سمعت أبي وأبا زرعة يهجران أهل الزيغ والبدع ، ويغلظان رأيهما أشد تغليظ وينكران وضع الكتب بالرأي بغير آثار ، وينهيان عن مجالسة أهل الكلام وعن النظر في كتب المتكلمين ، ويقولان :لا يفلح صاحب كلامٍ أبداً ۔ ﴿انتهى الرسالة﴾

ابوحاتم اور ابوزرعہ دونوں گمراہوں اور بدعتیوں سے ہجر (بائیکاٹ) کرتے تھے ان (غلط) آراء کا شدید رد کرتے تھے۔ احادیث کے بغیر رائے والی کتابیں لکھنے پر سختی سے انکار کرتے تھے۔ اہل کلام (منطق وفلسفے والوں) کی مجلس اور متکلمین کی کتابیں دیکھنے سے منع کرتے تھے اور کہتے کہ: صاحبِ کلام کبھی فلاح نہیں پاتا (الا یہ کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے)

﴿رسالہ ختم شد﴾

(۱) ایک فرقہ جو خالق کو مخلوق سے تشبیہ دیتا ہے۔ (۲) ایک فرقہ جس کا یہ نظریہ ہے کہ انسان سے جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں بلکہ وہ

اس کے کرنے پر مجبور ہے۔

ابوالعباس حافظ شیر محمد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت جزو ایمان ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ، سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:)

محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے جو ساتھی ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ وہ رکوع اور سجدے میں پڑے، اپنے رب کا فضل اور رضامندی تلاش کر رہے ہیں، ان کا نشان یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدے کا اثر ہے۔ (یعنی قیامت کے دن ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے)

اور فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (الفتح:)

اللہ (تعالیٰ) مؤمنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (بیعت رضوان والے) درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ جانتا ہے، پس اللہ نے ان پر سکون نازل فرمایا اور قریب والی فتح (مبین) عطا فرمائی۔

تیسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ:)

مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے اللہ راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

'' لا تسبوا أصحابي ، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم و لا نصيفه

(صحیح البخاری:۳۶۷۳،صحیح مسلم:۲۲۲/۲۵۴۱،دارالسلام:۶۴۸۸)

میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص احد (پہاڑ) جتنا سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دے تو بھی ان (صحابہ) کے خرچ کردہ ایک مد (مٹھی بھر) یا اس اس کے آدھے (جو، غلے) کے برابر نہیں ہوسکتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

'' اکرموا أصحابي '' میرے صحابہ کی عزت کرو۔ (النسائی فی الکبریٰ:۵/۳۸۷ح ۹۲۲۲،سندہ حسن)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے محمد بن الحنفیہ نے پوچھا کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں کون سب سے بہتر ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر، پھر پوچھا: ان کے بعد کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: عمر (صحیح البخاری:۳۶۷۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو خیر هذه الأمة بعد نبيها صلى الله عليه وسلم قرار دیا ہے فرمانِ علی رضی اللہ عنہ میں عبرت ہے ایسے لوگوں کے لئے جو صرف علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں، لہذا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعوی کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ابوبکر وعمر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کریں!

مشہور تابعی میمون بن مہران فرماتے ہیں:

'' ثلاث ارفضوهن : سب أصحاب محمد ﷺ والنظر في النجوم و النظر في القدر ''

تین چیزوں کو (ہمیشہ کے لئے) چھوڑ دو۔ محمد ﷺ کے صحابہ کو برا کہنا، نجومیوں کی تصدیق اور تقدیر کا انکار۔

(فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل ۱/۶۰ ح ۴۸، وإسناده صحيح ، قاله الشيخ الصالح وصي الله عباس المدني المكي حفظه الله)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ: ''اہل سنت والجماعت کے نزدیک تمام صحابہ عدول (ثقہ وقابل اعتماد) ہیں، اللہ نے اپنی کتابِ عزیز میں ان کی ثنا بیان فرمائی، سنت نبویہ میں ان کے تمام اخلاق وافعال کی مدح موجود ہے انہوں نے اللہ سے اجر وثواب لینے کے لئے اپنی جانیں اور مال و دولت، رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیئے۔''

(اختصار علوم الحدیث ص ۱۷۶، ۱۷۷ النوع:۳۹)

اے اللہ، ہمارے دلوں میں صحابہ کرام کی محبت اور زیادہ کر دے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (آمین)